عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد:۲۶ | ۲۸/ذوالقعدہ تا ۴/ذوالحجہ ۱۴۲۸ھ مطابق ۸ تا ۱۵/دسمبر ۲۰۰۷ء | شمارہ:۴۶

قیمت ۷ روپے

اللہ کی لاٹھی

قربانی اور نوازشاتِ الٰہیہ

اللہ کی راہ میں خرچ کی فضیلت

سات زرّیں نصائح

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatme-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

قادیانیوں کی عیاری

ایشا خان، راولپنڈی

س:...... یہ مجھے معلوم ہے کہ قادیانی غیر مسلم ہیں اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہیں مانتے، میری ایک قادیانی لڑکی سے انٹرنیٹ پر دوستی ہوگئی ہے، وہ کہتی ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانتے ہیں، ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ امام مہدی کا ظہور ہو چکا ہے اور وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو مانتے ہیں، اس نے مجھے اپنا لٹریچر دیا ہے، جس میں لکھا ہے کہ قادیانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے ہیں اور یہ الزام غلط ہے۔ اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

ج:...... میری بیٹی قادیانی غیر مسلم ہیں، ان کے غیر مسلم ہونے کی کئی ایک وجوہات ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا آخری نبی نہیں مانتے، مگر چونکہ قادیانی عیار ہیں، ایسے لوگوں سے پوچھنا چاہیے کہ اگر آپ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانتے ہو تو مرزا غلام احمد قادیانی جیسے دجال وکذاب اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین وتذلیل کرنے والے دریدہ دہن کو آپ لوگ کیوں مانتے ہیں؟ وہ اپنے افعال، کردار اور عقائد و

مولانا سعید احمد جلال پوری

تحریرات کی روشنی میں ایک شریف انسان کہلانے کا مستحق نہیں، چہ جائیکہ اس کو نعوذ باللہ مہدی، مسیح اور نبی ورسول کہا اور مانا جائے۔

میری بیٹی! قادیانی دراصل مرزا غلام احمد قادیانی کو ہی آخری نبی مانتے ہیں کیونکہ مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ ہے کہ:

”محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم“ اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا ہے اور رسول بھی۔

(ایک غلطی کا ازالہ ص:۳، روحانی خزائن ص:۲۰۷، ج:۱۸)

اس سے آپ اندازہ لگا سکتی ہیں کہ قادیانی حضرت محمد رسول اللہ کا نام لے کر اس سے مرزا غلام احمد قادیانی مراد لیتے ہیں اور وہ اسی کو ہی مانتے ہیں۔

۲:...... مرزائیوں کا یہ کہنا کہ حضرت مہدی آچکے ہیں غلط ہے، اس لئے کہ قادیانیوں کے ہاں نعوذ باللہ مرزا غلام احمد قادیانی ہی مہدی ہے، لیکن ان سے کوئی پوچھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا تھا کہ مہدی کا نام میرے نام پر ہوگا، یعنی محمد اور اس کی ماں کا نام میری ماں کے نام جیسا اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر ہوگا، اور وہ میری اولاد میں سے ہوگا، یعنی سید ہوگا۔ اس کی نشوونما مدینہ منورہ میں ہوگی اور اس کی بیعت مکہ مکرمہ میں حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان میں ہوگی، اور جب لوگ ان کی بیعت کر رہے ہوں گے تو آسمان سے آواز آئے گی یہ اللہ کے خلیفہ حضرت مہدی ہیں۔

اب آپ ہی بتلائیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی خود لکھتا ہے میں مغل برلاس ہوں، اس کے باپ کا نام غلام مرتضیٰ، اس کی ماں کا نام چراغ بی بی عرف گھسیٹی، اس نے مکہ مدینہ کبھی دیکھا نہیں اور اس بیچارہ نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا مگر اس کو مسلمانوں نے ٹھکرا دیا جبکہ مہدی علیہ الرضوان مہدی ہونے کا دعویٰ نہیں کریں گے اور ان کے لئے آسمان سے آواز بھی آئے گی۔

آپ ہی بتلائیں کہ قادیانی برادری کا یہ دعویٰ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ حضرت مہدی آچکے ہیں۔

ہفت روزہ
ختم نبوۃ
انٹرنیشنل

مجلس ادارت
مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر — مولانا سعید احمد جلالپوری
علامہ احمد میاں حمادی — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
صاحبزادہ سید محمد سلیمان بنوری — مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی
مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۲۶ شمارہ:۴۶ ۲۸/ذوالقعدہ تا ۴/ذوالحجہ ۱۴۲۸ھ مطابق ۸ تا ۱۵/دسمبر ۲۰۰۷ء

سرپرست
حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم
حضرت مولانا سید نفیس الحسینی صاحب دامت برکاتہم

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا اللہ وسایا

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

کمپوزنگ
محمد فیصل عرفان

اس شمارے میں

اللہ کی لاٹھی	۴	مولانا سعید احمد جلال پوری
مدینہ منورہ روانگی اور مواجہ شریف پر حاضری	۶	مولانا محمد یحییٰ لدھیانوی
قربانی اور نوازشات الٰہیہ	۱۰	مولانا سعید احمد جلال پوری
سات زریں نصائح	۱۴	مولانا محمد امجد قاسمی
اللہ کی راہ میں خرچ کی فضیلت	۱۷	ابو محمد صالح
قربانی کی حقیقت	۱۹	مولانا الحق صدیقی
دل کا پردہ......ایک مغالطہ آمیز اصطلاح	۲۲	سید مظہر علی
غیر شائستہ تہذیب کی نقالی کیوں؟	۲۴	عبدالوارث ساجد
خبروں پر ایک نظر	۲۵	ادارہ

بیاد
امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیات
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

زر تعاون بیرون ملک
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۰ ڈالر یورپ، افریقہ: ۷۰ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۰ ڈالر
زر تعاون اندرون ملک
فی شمارہ ۷ روپے، ششماہی: ۱۷۵ روپے، سالانہ: ۳۵۰ روپے
چیک۔ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت، اکاؤنٹ نمبر 363-8 اور اکاؤنٹ
نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں۔

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat(Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:2780337, 4234476 Fax:2780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۴۵۱۴۱۲۲-۴۵۸۳۴۸۶ فیکس: ۴۵۴۲۲۷۷
Hazori Bagh Road Multan
Ph:4583486-4514122 Fax:4542277

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

وارد | مولانا سعید احمد جلال پوری

اللہ کی لاٹھی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی لاٹھی بے آواز ہے...... وہ جب کسی کو گرفتارِ عذاب کرتے ہیں تو کسی کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہونے دیتے، بلکہ بعض اوقات خود گرفتارِ عذاب کو بھی احساس نہیں ہونے دیا جاتا کہ اسے اس مصیبت و تکلیف میں کیوں مبتلا کیا گیا ہے؟ شاید اس لئے کہ اگر کسی کو ابتلا، آزمائش، مصیبت، تکلیف، اضطراب، پریشانی اور گرداب کی بنیاد، اسباب اور وجوہات کا پتہ چل جائے یا اس کا احساس ہوجائے تو یقیناً وہ اس کے سدباب کی طرف متوجہ ہوجائے گا یا جس بغاوت، معصیت، گستاخی، حکم عدولی، طغیان وسرکشی اور بے ادبی کی وجہ سے اس پر وہ عذاب مسلط ہوا ہے، اس سے توبہ کرلے یا رو رو کر ندامت کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اصحابِ حقوق سے معافی مانگ کر اس کا تدارک کرلے۔

اس کی مثال بالکل ایسے ہے جیسے کوئی شخص کسی شدید تکلیف میں مبتلا ہو، مگر اس کی اس تکلیف اور مرض کی تشخیص نہ ہوسکے، بلاشبہ جب تک مرض کی ٹھیک ٹھیک تشخیص نہ ہوجائے، اس وقت تک علاج ومعالجہ صحیح رخ پر آسکتا ہے اور نہ مرض وتکلیف میں کمی اور ازالہ کی شکل ہوسکتی ہے۔

کچھ یہی حال اس وقت پاکستان کی مجموعی صورت حال کا ہے، سب ہی کو معلوم ہے کہ موجودہ گھمبیر صورت حال کسی عذابِ الٰہی سے کم نہیں، بلکہ صحیح معنی میں یہ عذابِ الٰہی کی ایک شکل ہے، چنانچہ اس صورت حال سے ہر طبقہ، جماعت اور فرد حسب مرتبہ ومقام پریشان اور دل گرفتہ ہے، مگر اے کاش! کہ کسی کو بھی اس کا احساس نہیں کہ یہ صورت حال ہماری شامت اعمال کا نتیجہ ہے یا عذابِ الٰہی کا نقشہ ہے؟

چنانچہ موجودہ صورت حال میں عوام، خواص، شہری، دیہاتی، بڑے، چھوٹے، مرد، عورتیں، عالم، جاہل، آجر، اجیر، تاجر، دکاندار، وکلاء، ججز، سیاستدان، صحافی اور مذہبی راہنما سب ہی تکلیف دہ کیفیت سے دوچار ہیں، مگر افسوس! صد افسوس! کہ کسی کو بھی احساس نہیں کہ ہم اس افتاد اور گرداب میں کیوں گرفتار ہیں؟ ان میں سے کسی کی اس طرف توجہ نہیں جاتی کہ یہ ہمارے کن اعمال وافعال کی نحوست ہے، یا ہمارے وہ کون سے کرتوت ہیں جن کی ہمیں سزا دی جارہی ہے؟ اور اس سے نجات وخلاصی کی کیا شکل ہوسکتی ہے؟ خصوصاً صحافی برادری اور ان میں سے بھی ”جیو“ ٹی وی والوں کو اس کا احساس تک نہیں کہ ایک دم یہ کیا ہوگیا؟

اس لئے ان کو سوچنا چاہئے کہ وہی حکومت اور اربابِ اقتدار جو کل تک ہماری پیٹھ ٹھونک رہے تھے اور ان کا دستِ شفقت ہمارے سروں پر تھا، اور ہماری بھی ساری ہمدردیاں ان کے ساتھ تھیں، انہوں نے ایک دم کیسے آنکھیں پھیر لیں؟

حالانکہ ہماری ہی مدد سے انہوں نے حدود آرڈی نینس کی دھجیاں بکھیریں اور ”ذرا سوچیے“ کے عنوان پر ہم نے اربوں روپے کے اشتہارات سے ان کی مہم کو گھر گھر پہنچایا، اور سیدھے سادے مسلمانوں کے دل و دماغ کو حدود آرڈی نینس کے خلاف آمادۂ بغاوت کیا، اور ہماری ہی ”محنت اور جدوجہد“ سے رسوائے زمانہ فلم ”خدا کے لئے“ وجود میں آئی، اے کاش! کہ ہم نے تو ان کی تائید و حمایت میں اپنا دین و ایمان تک داؤ پر لگا دیا مگر افسوس! کہ انہوں نے ہماری قربانیوں کا یہ صلہ دیا کہ ہم سے منہ پھیر لیا، کل تک ہمارے ان کارناموں پر مغرب کے علاوہ خود ہمارے حکمران اور ارباب اقتدار ہم پر داد و تحسین کے ڈونگرے برسا رہے تھے تو آج ہم پر لاٹھیاں کیوں برسائی جارہی ہیں؟

اس کے علاوہ ہماری ہی کاوشوں سے یہودی نظریات کی ترجمان اور توہین انبیاء پر مشتمل فلم ”دی میسج“ کو ریلیز ہونے کا اعزاز نصیب ہوا، صرف یہی نہیں بلکہ ہم نے تو کبھی بھی اپنی مہربان حکومت کی ذرہ بھر مخالفت نہیں کی، ہم نے ہمیشہ ان کی ہاں میں ہاں ملائی ہے، اور ہم ان کے ہر جائز و ناجائز کے قائل تھے، بلکہ ہم نے تو ان کے ہر ناجائز کو بھی جائز کہا اور لکھا۔

ہائے اللہ! اب اس کو کیا ہوگیا کہ وہ ہماری مخالف ہوگئی ہے، اور اس نے بیک جنبش قلم ہمارے تمام چینل کو بند کر کے ہمیں یومیہ اربوں روپے کے خسارہ سے دوچار کردیا۔

ہم تو خوش تھے کہ فلم ”خدا کے لئے“ کو سات لاکھ افراد نے دیکھ لیا، گویا ہماری محنت سے اتنے لوگ اسلام اور اسلامی تعلیمات سے برگشتہ ہوگئے، ہم نے سوچا تھا کہ اس سے اربوں روپے کمائیں گے، مگر وائے ناکامی کہ اب ہمارا سارا منصوبہ خاک میں مل گیا، اور نفع کے بجائے اربوں کا نقصان ہوگیا۔

الغرض ملک بھر کے تمام طبقات کو اس پر سوچنا چاہئے کہ یہ عذاب الٰہی ہم پر کیوں مسلط ہوا؟ اور اس سے گلوخلاصی اور نجات کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟

اگر کسی کو یہ احساس ہوگیا کہ واقعی یہ عذاب ہے اور ہماری بدعملیوں کی نحوست ہے تو ہمارے خیال میں اس دردناک صورت حال سے نکلنے کی کوئی صورت نکل آئے گی، کیونکہ سب سے بڑا عذاب یہ ہے کہ عذاب الٰہی کو عذاب نہ سمجھا جائے۔ اس لئے کہ ایڈز، کینسر اور ہیپاٹائٹس اگرچہ بڑے امراض ہیں، مگر سب سے بڑا مرض یہ ہے کہ مریض اپنے آپ کو مریض نہ سمجھے۔

اس لئے دوسرے طبقات کے ساتھ ساتھ اخبارات اور ٹی وی والوں سے بطور خاص دردمندانہ گزارش کریں گے کہ وہ اپنی روش بدلیں اور اسلام سے بغاوت و عداوت کی روش کو ترک کر کے اپنا قبلہ درست کرلیں، آئندہ عریانی، فحاشی، بے دینی، بے حیائی پر مبنی پروگرام، حیا سوز فلمیں اور ایمان کش مکالمے خصوصاً ملحدین اور منکرین قرآن و حدیث کو جیوٹی وی سے ہٹائیں اور ”خدا کے لئے“ اور ”دی میسج“ ایسی ملحدانہ اور سوقیانہ فلموں کے ذریعے امت مسلمہ کے ایمان خراب نہ کریں، جو کچھ اب تک ہوگیا اس پر بارگاہ الٰہی میں الحاح و تضرع سے توبہ تلافی کریں، اللہ تعالیٰ انہیں اور ہم سب کو معاف فرمائے۔

اسی طرح سیاسی و مذہبی راہنماؤں کو چاہئے کہ وہ بھی دینی، شرعی اور اسلامی معاملات میں مداہنت کے بجائے حق گوئی کا مظاہرہ کریں، ورنہ وہ بھی اللہ کی گرفت سے نہیں بچ سکیں گے، دنیا کے معمولی نقصانات اور چند دنوں کی پریشانی آخرت کے عذاب و عقاب کے مقابلہ میں بہت معمولی ہے، اگر کوئی شخص دنیا میں اللہ کے عذاب سے بچ بھی جائے تو اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ وہ عذاب آخرت سے بھی بچ جائے گا۔

”الا من تاب و آمن و عمل عملاً صالحاً فاولٰئک یبدل اللہ سیاٰتھم حسنٰت و کان اللہ غفور رحیما......“

(الفرقان:۷)

ترجمہ:...... ”مگر جس نے توبہ کی اور یقین لایا اور کیا کچھ کام نیک، سو ان کو بدل دے گا اللہ برائیوں کی جگہ بھلائیاں اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان۔“ (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

دیارِ حبیبؐ میں!

مدینہ منورہ روانگی اور مواجہ شریف پر حاضری

صاحبزادہ مولانا محمد یحییٰ لدھیانوی

حج بیت اللہ سے فارغ ہوکر اب بس یہی دعا رہے کہ مولا! اب اس کو اپنی بارگاہ میں قبول بھی فرما، قبولیت عمل کی دعا کی تلقین جد الانبیاء، سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کی، چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

”واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمٰعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔“

(البقرہ:۱۲۷)

ترجمہ: ”ابراہیم اور اسمٰعیل (علیہما السلام) کعبہ کی بنیادیں اور دیواریں اٹھاتے جاتے تھے اور کہتے جارہے تھے کہ اے ہمارے پروردگار تو ہم سے قبول فرما، تو ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔“

اور جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ:

”من حج و لم یرفث رجع کیوم ولدتہ امہ“ ..... جس نے حج کیا اور حج میں اللہ کی ہر نافرمانی سے بچا تو وہ اس حال میں لوٹے گا گویا کہ آج ہی اس کی ماں نے اس کو جنا ہو..... یعنی جیسے ایک معصوم بچے کے دامن میں کوئی گناہ نہیں، اسی طرح آج اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے گناہوں سے بالکل پاک صاف فرمادیا۔

اب یہی حاجی عازم مدینۃ الرسول علیٰ صاحبہا الف تحیۃ وسلام ہوتا ہے۔

معاشرت کے آداب میں سے ہے کہ جب آدمی کسی معزز کے یہاں جائے تو ہدایا لے کر جائے، لیکن یہ ظلوم وجہول جب اپنے رب کی بارگاہ میں پہنچا تھا تو ہدیہ کے طور پر اپنے بے پناہ گناہوں کی گٹھریاں لادے ہوئے آیا تھا، کیونکہ اس کے پاس گناہوں اور التجاؤں کے علاوہ کوئی چیز اور معافی کی امید کے علاوہ کوئی حیلہ نہیں تھا، اور اس قدیم الاحسان حلیم علیٰ عصیان جل جلالہ نے بندہ کے اس عذر تقصیر خدمت کی اپنی بارگاہ میں قبول کرکے رجع کیوم ولدتہ امہ کا پروانہ عطا فرمادیا کہ اب میرے حبیب کے دربار میں جاؤ تو پاک صاف جانا، کیونکہ میں نے اپنی نافرمانیاں تو معاف کیں، لیکن یہ بات ہرگز قابل معافی نہ ہوگی کہ میرے حبیب ﷺ کی بارگاہ میں بھی جاکر بے ادبی کرے۔

مشہور بزرگ حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ نے حج کا جب ارادہ فرمایا تو بہت سارے مریدین اور معتقدین بھی حضرتؒ کی معیت میں حج کے لئے روانہ ہوگئے، کئی دن کا سفر کرتے کرتے ایک دوپہر اس قافلے نے نماز ظہر ادا کرنے کے لئے ایک نہر کے کنارے پڑاؤ کیا، نہر سے وضو وغیرہ کرکے نماز ادا کی، نماز کے بعد حضرت تشریف فرما تھے کہ ایک گائے، بیل، بکریوں کا ریوڑ آیا اور نہر سے پانی پینے لگا، بعض جانور پانی پینے کے ساتھ ساتھ اس میں پیشاب بھی کرتے جاتے۔

حضرتؒ اچانک اٹھے اور قافلے والوں سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ:

”بھئی واپس چلو، ہم حج پر نہیں جائیں گے۔“

لوگوں نے پوچھا: حضرتؒ! آخر کیا ماجرا ہے؟ فرمانے لگے: ان جانوروں نے سبق دیا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کے سمندر میں منہ ڈالنے تو جارہے ہو لیکن اس بات کا خیال رکھنا کہ بے ادبی اور نافرمانی کا پیشاب اس رحمت کے سمندر میں نہ کردینا ورنہ ہمیشہ ہمیشہ کی محرومی تمہارا مقدر ہوجائے گی۔ چلو واپس لوٹ جاؤ، پہلے رحمت سے چپٹنا اور معصیت سے بچنا سیکھ لو، حج پھر کرلیں گے۔

لہٰذا اب جس پاکیزہ شہر کی طرف روانگی ہے اس کا حق تو یہ ہے کہ بندہ اپنے آپ کو گناہوں سے بالکل دور رکھے، کثرت سے استغفار کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے ڈھیروں درود شریف کا ذخیرہ جمع کرے۔

چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے:

”..... من شغلہ ذکری عن مسالتی اعطیتہ افضل ما اعطی السائلین..... فقد عملت انک ان

جعلت الصلاۃ علی نبیک معظم عبادتک کفاک اللہ ھم دنیاک وآخرتک۔" (القول البدیع:۱۳۳)

ترجمہ: "جس کو میرے ذکر نے مجھ سے دعا مانگنے سے مشغول کئے رکھا تو میں اس کو دعا مانگنے والے سے زیادہ عطا کرتا ہوں..... پس تو نے جان لیا تو اگر اپنے نبی پر درود پڑھتا رہے گا جو تیری عظیم عبادت ہے اللہ تیری دنیا اور آخرت کے تمام غموں میں کفایت فرمائیں گے۔"

اللہ تعالیٰ ہر ضرورت اپنے خزانہ غیب سے کیوں نہ پوری کرے، جس مقدس ہستی کی وجہ سے کائنات کو وجود ملا تھا، اس کی زبان اسی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی سے تر ہے۔

اب جب سفر مدینہ کا آغاز ہو تو راستہ میں کثرت سے درود شریف کا اہتمام رہے اور دل ودماغ چودہ سو سال پہلے کے منظر کی طرف متوجہ ہو جائیں، جب اللہ کا سب سے پیارا بندہ جس کے لئے زمین و آسمان کی طنابیں سکیڑ دی گئیں اور چشم زدن میں عرش الٰہی پر پہنچ گیا، جہاں آج تک کسی ملک مقرب کی رسائی نہ ہوئی تھی، نہ نبی مرسل کی، وہی محبوب ان راستوں کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے، بھوکے، پیاسے اس شہر کی طرف رواں دواں رہے، جس شہر کی زیارت کی تمنا کرتے کرتے جانے کتنے عشاق کے لڑکپن جوانیوں میں، کتنی جوانیاں بڑھاپوں میں تبدیل ہوگئیں، کتنوں کی ہڈیاں بھر گئیں، کتنی امیدیں، آرزوئیں، تمنائیں اور حسرتیں قبروں میں اتر گئیں، لیکن اس مقدس شہر تک نہ پہنچ پائے، اپنی اس خوش نصیبی پر اپنے رب منان کا شکر ادا کیجئے اور والہانہ درود وسلام پڑھتے اور ڈرتے ہوئے اس بات سے کہ کہیں کوئی بے ادبی سرزد نہ ہو جائے، جو محرومی کا باعث بن جائے۔

> "جس نے میری قبر کی زیارت کی گویا کہ اس نے میری زیارت کی اور جس نے میری زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔"

میں اپنے والد ماجد شہید اسلام حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ مدینہ منورہ میں تھا اور حضرت شہیدؒ آداب مدینہ منورہ پر بیان فرما رہے تھے کہ اس شہر کی ہر چیز سے محبت اور اس کا احترام کرو، کیونکہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت ہو جانے کی وجہ سے اس کی ہر چیز کا احترام لازم ہے، اگر کوئی چیز ناگوار بھی لگے تو چپ رہو، ناگواری کا اظہار بھی نہ کرو، کیونکہ اس چیز کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک شہر کی طرف ہے، اس پر ایک قصہ سنایا کہ ایک آدمی کو مدینہ منورہ کے قیام کے دوران دہی کھٹی ملی، اس نے چکھتے ہی برا سا منہ بنا کر کہا: دہی کھٹی ہے۔ رات کو خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور انتہائی غصے میں ارشاد فرمایا: فوراً نکل جا میرے شہر سے اور وہاں چلا جا، جہاں تجھے دہی میٹھی ملتی ہو۔

یہ ارشاد فرما کر حضرت اباجی شہید نور اللہ مرقدہ آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا بڑے بڑے خطا کار بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پاک شہر میں آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امان میں آ گئے اور جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کالی کملی کی امان میں لے لیا، اسے اللہ کا عذاب چھوئے گا؟ لیکن جسے فرما دیا جا نکل جا، میرے شہر سے! نکل جا میری امان سے! نکل جا میری کملی سے! مجھے بتلاؤ پوری کائنات میں اس کے لئے کوئی پناہ ہے؟ لہٰذا بہت ڈرنے کا مقام ہے، یہاں ذرا سی غفلت، ذرا سی لاپروائی انسان کو بلندیوں سے گہرائیوں میں گرا دیتی ہے:

"ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون۔"

> مدینہ منورہ میں قیام کے دوران درود شریف کی کثرت کی جائے اور اس بات کا اہتمام کیا جائے کہ کوئی بے ادبی سرزد نہ ہو جو محرومی کا باعث بن جائے

مدینہ منورہ پہنچ کر اپنا سامان رہائش گاہ پر رکھیں، غسل کریں اور جو لباس سب سے اچھا ہو وہ پہنیں، کیونکہ آپ جس دربار میں حاضری دینے جا رہے ہیں، اس دربار میں نہ جانے وقت کے کتنے بادشاہوں نے لرزتے ہوئے حاضری دی ہوگی؟ پتہ نہیں ان کے قدموں میں کتنے تاج، کتنی بادشاہیں کتنی سلطنتیں قربان ہوئی ہوں گی، لہٰذا اچھے سے اچھا لباس پہنیں اور اگر سفید رنگ کا ہو تو بہتر ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید لباس پسند تھا، خوشبو لگائی جائے، اگر میسر ہو تو عمامہ پہن لیں اور سرمہ لگائیں، نگاہیں نیچی اور زبان پر درود شریف ہو، اور حرم شریف کی طرف چلئے! تصور کیجئے کہ جس سرزمین پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک قدم رکھے جس سرزمین پر اللہ کی طرف سے اولئک ھم المفلحون، ھم الفائزون، ھم المھتدون، ھم الراشدون، ھم المتقون کی سند پانے والے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین چلے، آج آپ کے پاؤں بھی اس زمین پر لگے ہوئے ہیں، اگر کسی کو

اس مقدس زمین پر سر کے بل یا آنکھوں اور پلکوں کے بل چل کر بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک تک رسائی ہو تب بھی آپ اُسے عقیدت سے روتا دیکھیں گے کہ محبت و ادب کا حق ادا نہ کر سکا۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں آتا ہے کہ مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور تین دن رہنے کے بعد فرمایا کہ ”مجھے مدینہ منورہ سے باہر لے چلو“ رفقاء نے عرض کیا کہ حضرت ابھی وقت ہی کتنا ہوا ہے؟ چند دن اور رہ لیں تو حضرت امامؒ نے فرمایا کہ: ”میں انسان ہوں، فرشتہ نہیں تین دن سے اس عظیم شہر کے تقدس کا اتنا زیادہ استحضار ہے کہ میں قضائے حاجت کے لئے نہیں گیا، یہاں تک کہ وضو تک نہیں ٹوٹا، میرے اندر اس سے زیادہ برداشت نہیں، مجھے مدینہ منورہ کی حدود سے باہر لے چلو۔“

نہایت ادب و احترام کے ساتھ درود شریف پڑھتے ہوئے چلیں حرم شریف میں دایاں قدم رکھیں اور پڑھیں۔

”بسم اللہ والصلوٰۃ والسلام
علی رسول اللہ اللھم افتح لی
ابواب رحمتک نویت الاعتکاف
مادمت فی ھذا المسجد الشریف۔“

اگر مکروہ وقت نہ ہو تو دو رکعت نماز پڑھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اس مسجد میں ایک نماز کا اجر و ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔

اب روضہ اقدس پر حاضری کے لئے مواجہ شریف کی طرف چلئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”من زار قبری فقد زارنی
ومن زارنی وجبت لہ شفاعتی۔“

ترجمہ:.....”جس نے میری قبر کی زیارت کی گویا کہ اس نے میری زیارت کی اور جس نے میری زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔“

نگاہیں نیچی رکھتے ہوئے مواجہ شریف پر حاضر ہوں، زبان پر صلوٰۃ وسلام جاری ہو، انتہائی ادب کے ساتھ، میں نے خود اپنی آنکھوں سے کئی اولیاء اللہ کو اس مقام پر کھڑے لرزتے دیکھا ہے۔

قطب العالم برکۃ العصر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ تو ہمیشہ اقدام عالیہ سے حاضری دیتے، میں نے اپنے والد ماجد شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی نور اللہ مرقدہ کو بھی دیکھا ہمیشہ اقدام عالیہ سے حاضری دیتے اور فرماتے کہ ہمارا چہرہ اس قابل کہاں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوسکیں؟

ان اکابر کا عمل دیکھ کر حیرانی ہوتی ہے کہ جو لوگ اپنی وضع قطع خلاف سنت رکھتے ہیں، وہ اتنے دھڑلے سے روضہ اقدس پر کیسے حاضر ہوجاتے ہیں؟

حالانکہ روایات میں آتا ہے کہ شاہ ایران کے دو قاصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو ان کی داڑھیاں منڈی ہوئی تھیں اور مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا: ویلکما من امر کما ھذا؟ اور اپنا چہرہ مبارک پھیر لیا اور ان سے بات کرنے سے انکار فرمادیا، دیکھئے کہیں ایسا تو نہیں آپ کی وضع قطع، حال حلیہ ایسا ہی ہو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا سبب ہو؟

مواجہ شریف پر جالیوں سے اندر جھانکنے کی کوشش کرنا بے ادبی ہے، انتہائی ادب کے ساتھ صلوٰۃ وسلام پیش کیجئے، بہتر ہے کہ یہ الفاظ ہوں:

”الصلوٰۃ والسلام علیک یا
سیدی یا رسول اللہ“

یا پھر

”صلی اللہ علیک وسلم یا

بارگاہِ نبوی ﷺ کی حاضری

(مولانا محمد اویس ندویؒ)

خوش نصیب زائر حرم جب مدینہ منورہ (صلی اللہ علیٰ صاحبہا) میں حاضری کی سعادت پائے اور بارگاہ نبویؐ سے قریب ہونے کی عزت حاصل کرے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تمام حقوق کو یاد کرے جو امت کے ذمہ واجب ہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدظلہ کے کرامت نامہ کی چند سطریں نقل کرنا مناسب ہے:

”حاضری روضہ مبارکہ کے وقت آنحضرت علیہ السلام کی روح پُر فتوح کو وہاں جلوہ افروز، سننے والی، جاننے والی، غایت جمال و جلال کے ساتھ تصور کرتے ہوئے شہنشاہ عالم کے دربار میں حاضری خیال کی جائے اور جملہ طرق ادب کا لحاظ رکھا جائے..... فضول باتوں اور لوگوں کی مجالس میں بلاضرورت حاضری سے گریز کیا جائے، اوقات کو درود شریف، ذکر، مراقبہ، قرأت قرآن، نوافل سے معمور کیا جائے۔“

سیدی یا رسول اللہ"

یہ الفاظ کم از کم ستر مرتبہ پڑھیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شفاعت کی درخواست کریں، کیونکہ قرآن کریم میں ہے:

"ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاء وک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیماً." (النساء:۶۴)

ترجمہ: "اور اگر یہ لوگ جب انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، تیرے پاس آجاتے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے اور رسول بھی ان کے لئے استغفار کرتے، تو یقیناً یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو معاف کرنے والا مہربان پاتے۔"

اور پھر سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو سلام پیش کریں، پھر سیدنا عمر فاروقؓ کی خدمت میں سلام پیش کریں، پھر قبلہ رو ہوکر دعا کریں۔

قیام مدینہ منورہ کے دوران کثرت سے درود شریف اور استغفار کا اہتمام رہے، چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، بس یہی زبان پر ہو۔ ایک مجرب عمل آخر میں عرض کردوں:

اگر موقع ملے تو مسجد نبویؐ میں کہیں بھی بیٹھ کر میرے والد ماجد شہیدؒ کی ترتیب کردہ کتاب ذریعۃ الوصول الی جناب الرسولؐ ایک مجلس میں بیٹھ کر مکمل پڑھ لی جائے اور اس کے بعد دعا کی جائے۔

بارہا کا تجربہ ہے کہ دعا فوراً قبول ہوتی ہے اور یہ عمل بار بار حاضری کے لئے بھی اور کئی حضرات کا ذاتی مجرب عمل ہے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے اور ادب کے ساتھ قبول حاضری نصیب فرمائے۔ آمین۔

☆☆..............☆☆

حمید صدیقی لکھنوی

ہم غریبوں کا بھی سُلطانِ غریباں کو سلام

زائرو پیش کرو جب شہ ذیشاں کو سلام — ہم غریبوں کا بھی سُلطانِ غریباں کو سلام
عرض کرنا بکمال ادب و شوقِ نیاز — قبلۂ اہل وفا، کعبۂ ایماں کو سلام
یاد رکھنا حرمِ پاک کے جانے والو — مجھ گناہ گار کا اس رحمتِ یزداں کو سلام
بھول جانا نہ کہیں وقتِ تلاوت للہ! — مہبطِ روحِ امیں، حاملِ قرآں کو سلام
خواب گاہ شہ کونین پہ ہر لحظہ درود — سحر و شام مرے حاصلِ ایماں کو سلام
گوشہ گوشہ پہ شبستانِ رسالت کے درود — روضہ و منبر و محراب درخشاں کو سلام
قبۂ نور پہ ہوتے ہیں جو قرباں ہمہ شب — ان ستاروں کو سلام، اس مہ تاباں کو سلام
فرشِ پا ہوتی ہے جو صحنِ حرم میں ہر سو — اس شب ماہ اور اس صبح درخشاں کو سلام
جس سے ہوتی ہیں مری ہجر کی راتیں روشن — حرمِ قدس کی شمع شبستاں کو سلام
گنبد سبز کا ہر روز جو کرتی ہیں طواف — ان شعاعوں کو اور اس مہر درخشاں کو سلام
جس سے روشن ہوئے دل ہم سے سیہ کاروں کے — اس درِ پاک کی قندیل فروزاں کو سلام
روضۂ خلد میں جو محوِ عبادت ہوں گے — ان کے حسنِ نظر و چہرۂ تاباں کو سلام
درِ اقدس پہ جو مصروف گہر باری ہو — نگۂ شوق کا اس دیدۂ گریاں کو سلام
وہ جو احساس ندامت سے ہو طوفاں بہ کنار — ڈبڈبائی ہوئی اس چشم پشیماں کو سلام
گم جو ہو جلوۂ بے رنگ کے نظاروں میں — دلِ مشتاق کا اس دیدۂ حیراں کو سلام
باصد اخلاص و بانداز غلامی کہنا — حرمِ پاک کے ہر خادم و درباں کو سلام
دل کو دل چشم توجہ سے بنایا جس نے — میرے اس راہبر منزلِ عرفاں کو سلام
جو پھرا کرتے ہیں مستوں کی طرح گلیوں میں — ان سگانِ بلدِ شاہِ رسولاں کو سلام
جن کو حاصل ہے شرف آپ کی پابوسی کا — اس گلی کوچے کے ذراتِ درخشاں کو سلام
نگہِ سرورِ کونینؐ پڑی ہے جن پر — جادہ و منزل و کہسار و بیاباں کو سلام
اک نظر کوہ احد پر مری خاطر پہلے — پھر اسی وادیٔ فردوس بداماں کو سلام
محوِ آرام ہیں جس خاک پہ اصحابؓ احد — ایک مہجور کا اس گنجِ شہیداں کو سلام
جس میں خلد در آغوش قبا کی مسجد — اس خیاباں کو سلام اس چمنستان کو سلام

ان کی رحمت سے میسر ہوں وہ دن کاش حمید
خود کریں عرض شہنشاہ رسولاں کو سلام

قربانی اور نوازشات الٰہیہ

مولانا سعید احمد جلال پوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

ارشاد الٰہی ہے:

الف:...... "ولکل امۃ جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ." (الحج:۳۴)

ترجمہ: "اور ہر امت کے واسطے ہم نے مقرر کردی ہے قربانی۔"

ب:...... "لن ینال اللہ لحومھا ولا دمائھا." (الحج:۳۷)

ترجمہ: "اللہ کو نہیں پہنچتا ان کا گوشت اور ان کا لہو، لیکن اس کو پہنچتا ہے تمہارے دل کا ادب۔" (المائدہ:۲۷)

ج:...... "واتل علیھم نبا ابنی آدم." (المائدہ:۲۷)

ترجمہ: "اور سنا ان کو حال واقعی آدم کے دو بیٹوں کا جب نیاز کی دونوں نے کچھ نیاز اور مقبول ہوئی ایک کی اور نہ مقبول ہوئی دوسرے کی۔"

بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو نوازنا اور ان کو معاف کرنا چاہتے ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مختلف اعمال و عبادات کی طرف متوجہ فرمایا ہے انہیں میں سے ایک عشرہ ذوالحجہ، اس کی عبادات، عرفہ کا روزہ اور قربانی و حج بھی ہے۔

جو لوگ خلوص و اخلاص سے گناہوں سے بچتے ہوئے اور احکام و آداب کا لحاظ کرتے ہوئے حج کا فریضہ ادا کرتے ہیں، ان کے بارہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"الحج المبرور لیس لہ جزاء الا الجنۃ." (مشکوٰۃ ص:۲۲۱)

ترجمہ: "حج مبرور کی اس کے علاوہ کوئی جزا اور کوئی بدلہ نہیں ہے کہ اس کو جنت میں داخل کردیا جائے۔"

دوسری جگہ فرمایا:

"من حج للہ فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدتہ امہ." (مشکوٰۃ ص:۲۲۱)

ترجمہ: "جس آدمی نے حج کیا اور دوران حج اس نے کوئی گناہ کی بات نہیں کی، اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کیا اور اس کی حکم عدولی نہیں کی، یہ آدمی جب حج سے واپس آئے گا تو ایسے لوٹے گا جیسے آج وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔"

سب ہی جانتے ہیں کہ جب بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے تو اس کے ذمہ گناہ اور غلطیاں وغیرہ کچھ نہیں ہوتیں اور کوئی جرم اس کے ذمہ نہیں ہوتا، بلکہ پاک اور صاف ہوتا ہے، اور ہمارے ہاں سادہ زبان میں کہتے ہیں کہ: بچہ معصوم ہوتا ہے، تو جیسے بچہ پیدائش کے دن معصوم ہوتا ہے، ٹھیک اسی طرح جو آدمی ان شرائط و آداب کا خیال کرتے ہوئے حج کر کے آئے گا، وہ بھی گناہوں سے ایسے ہی پاک اور صاف ہوگا۔

حج کے ان فضائل کو دیکھ اور سن کر ہر آدمی کا جی چاہتا ہے کہ ایسی عبادت تو ہم بھی کریں، کیونکہ گناہ ہم سب کے ذمہ ہیں اور ہم سب ہی گناہوں کا بوجھ لادے پھرتے ہیں، اس لئے کہ بالغ ہوئے اور گناہ کرنے لگے، اب تک گناہ کرتے چلے جارہے ہیں لہٰذا گناہوں کا انبار جمع ہوگیا ہے، اس لئے ان کی صفائی اور مغفرت کا کوئی طریقہ وسیلہ ضرور ہونا چاہئے۔

بلاشبہ خوش نصیبوں کو توبہ کی توفیق ہوجاتی ہے، اور اگر اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہو تو آدمی گناہ پر برقرار نہیں رہتا۔

دیکھئے! حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے تو گناہ ہی نہیں ہوتے وہ معصوم ہوتے ہیں، دوسرے نمبر پر انبیاء کرام علیہم السلام کے شاگرد حضرات صحابہ کرامؓ کی جماعت ہے، ان کے بارے میں اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ وہ محفوظ ہوتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہوتے ہیں، ویسے شیطان تو ہر ایک کو شکار کرنے کی کوشش کرتا ہے، جیسے بکریاں جنگل میں اکیلی مل جائیں تو ہر گیدڑ اور بھیڑیا ان کو شکار کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے، لیکن اگر بکریوں کا مالک ساتھ موجود ہو یا ان کی دیکھ بھال کرنے والا موجود ہو، تو اگرچہ بھیڑیے کی یہی چاہت ہوگی کہ کسی طرح ان کو شکار کرلے، لیکن مالک و نگران، بھیڑیے اور گیدڑ کو بکریوں تک پہنچنے نہیں دیتا۔ تو جو لوگ اپنے آپ کو کسی کا بنالیتے ہیں، وہ ان

کی حفاظت میں آجاتے ہیں اور ان کی حفاظت کی جاتی ہے، اور جو کسی کی نہیں مانتے یا اپنے آپ کو کسی کا نہیں بناتے ان کا پاسبان ونگراں بھی کوئی نہیں ہوتا، اور ان کی حفاظت ونگہبانی بھی کوئی نہیں کرتا، لہٰذا جب صحابہ کرامؓ اللہ اور اس کے رسولؐ کے بن گئے تو خود اللہ تعالیٰ ان کی نگرانی اور حفاظت فرماتے ہیں۔

اسی طرح تیسرے نمبر پر ہیں اولیاء کرام، گناہ تو ان سے بھی ہو جاتے ہیں، لیکن وہ گناہ پر برقرار نہیں رہتے، ان کو تنبہ ہو جاتا ہے، آگاہی ہو جاتی ہے، لہٰذا وہ فوراً توبہ کر لیتے ہیں، اور جب وہ توبہ کر لیتے ہیں تو پہلے سے زیادہ مقرب بن جاتے ہیں، اس لئے کہ ممکن ہے پہلے ان کو یہ احساس ہو کہ ہم گناہ نہیں کرتے، لیکن جب گناہ کے بعد توبہ کر لی تو ان کو ایک ندامت دامن گیر ہو جاتی ہے، اور وہ کہتا ہے یا اللہ تو نے فضل فرمادیا توبہ کی توفیق دیدی، مجھے دوبارہ اپنے گھر آنے کی توفیق عطا فرمادی، مجھے دوبارہ اپنا نام لینے کی اجازت عطا فرمادی، ورنہ میں تو شیطان کے بہکاوے اور جال میں آہی گیا تھا، چنانچہ اللہ کے نیک بندے اپنے ذمہ گناہوں کا بوجھ نہیں ہونے دیتے وہ روزانہ کی صفائی کرتے رہتے ہیں، آپ نے دیکھا ہوگا کہ دنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں، ایک مجنون اور پاگل ہوتے ہیں، دوسرے باشعور اور ایک عقلمند ہوتے ہیں، کپڑے تو سب ہی پہنتے ہیں اور سب ہی کے کپڑے میلے بھی ہوتے ہیں، چنانچہ عقلمندوں کے کپڑے بھی میلے ہوتے ہیں اور پاگلوں کے بھی، لیکن عقلمند کیا کرتے ہیں؟ آج پہنے کل دھولئے، ایک دن نہیں تو دوسرے دن دھولئے، دوسرے دن نہیں تو تیسرے دن کپڑے دھولئے، الغرض کپڑے تو ان کے بھی میلے ہوتے ہیں۔ کوئی کہے کہ کپڑے میلے ہی نہ ہوں، یہ نہیں ہوگا، کیونکہ ہم جس فضا میں رہتے ہیں، اس میں میل کچیل چڑھتی ہے۔

اس کے مقابلے میں کچھ لوگ مجنون اور پاگل ہوتے ہیں، ان کو گندگی اور نجاست کا احساس نہیں ہوتا، ان کو اس کا احساس نہیں ہوتا کہ ان کے کپڑوں پر سالن گر گیا ہے، مٹی لگ گئی ہے، کالا تیل لگ گیا ہے، پیشاب لگ گیا ہے، غلاظت لگ گئی ہے، ان کو خوشبو اور بدبو بھی نہیں آتی، ہاں عقلمندوں کو خوشبو اور بدبو آتی ہے، ان کو میل کچیل پسینے اور گندگی کی بدبو آتی ہے، وہ خوشبو بھی لگاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے کبھی نہیں دیکھا ہوگا کہ کسی پاگل کو بدبو آتی ہو؟ وہ کوڑے کرکٹ پر بیٹھ جاتے ہیں، وہاں ہی سو جاتے ہیں، اسی طرح وہ لوگ جو عقل مند تو ہوتے ہیں مگر نشہ کی وجہ سے مدہوش ہوتے ہیں، افیون، شراب، چرس یا ہیروئن کے نشے میں مبتلا ہوتے ہیں، ان کو بھی اس کا احساس نہیں ہوتا، ان بیچاروں کو تو سردی اور گرمی کا احساس بھی نہیں ہوتا، وہ کپڑے بھی نہیں دھوتے وہ صفائی بھی نہیں کرتے ان کے جسم پر میل کی تہہ جمی ہوتی ہے، کپڑوں پر میل کی تہیں جمی ہوتی ہیں۔

تو جس طرح دنیا کے اعتبار سے لوگوں کی دو قسمیں ہیں، عقلمند اور پاگل، ہوشمند اور مجنون یا بے ہوش و مدہوش، ٹھیک اسی طرح آخرت کے اعتبار سے بھی لوگوں کی دو قسمیں ہیں: کچھ لوگ آخرت کے عقلمند ہوتے ہیں، تو کچھ مجنون، اور کچھ لوگ آخرت کے اعتبار سے ہوشمند ہوتے ہیں، تو کچھ مدہوش و بے ہوش تو جو لوگ آخرت کے اعتبار سے بیدار، عقلمند ہوں، ان کے دل کے لباس کو اگر گناہوں کی میل کچیل لگ جائے تو وہ کوشش کرتے ہیں کہ اس کو اسی دن صاف کر لیں، نہیں تو اگلے دن، نہیں تو اس سے اگلے دن، بہرحال وہ اس کو برداشت نہیں کرتے اور توبہ کرکے اس میل کچیل کو صاف کر لیتے ہیں، اور جو آخرت کے اعتبار سے پاگل اور مجنون ہوتے ہیں، ان کی بلا سے، وہ اس گندگی سے نجات کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے اس لئے وہ گناہوں سے توبہ نہیں کرتے تو ان کے دل کی کالک بڑھتی چلی جاتی ہے، یہاں تک کہ اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے، پھر اس کو گناہ کی سنگینی کا احساس تک نہیں رہتا، جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسلمان آدمی سے اگر کوئی گناہ ہو جائے تو اس کو ایسا محسوس ہوتا ہے یا وہ ایسا سمجھتا ہے جیسے مجھ پر کوئی پہاڑ گر گیا ہے، اور منافق سے اگر گناہ ہو جائے تو وہ سمجھتا ہے جیسے ناک پر مکھی بیٹھی تھی اڑادی۔

میرے بھائیو! اللہ کے نیک بندے گناہوں کا بوجھ جمع نہیں رکھتے، ہم جیسے ظالم و پاگل لوگ بلکہ آخرت کے اعتبار سے پاگل، مجنون اور مدہوش لوگوں کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی، لیکن بہرحال ہمارے اندر بھی ایمان کا چراغ تو جل رہا ہے، چاہے اس کی روشنی مدہم اور کم ہی سہی، مگر بہرحال ایمان تو ہے لہٰذا اس ایمان کے چراغ کی روشنی کی بنا پر کبھی کبھی احساس ہوتا ہے اور ندامت دامن گیر ہوتی ہے، جی اور تو چاہتا ہے کہ ہمارے گناہ بھی معاف ہو جائیں، اس لئے ہم بھی چاہتے ہیں کہ اللہ ہمیں بھی حج پر لے جائے تو ہمارے گناہ بھی معاف ہو جائیں۔

بہرحال جو حضرات حج پر جارہے ہیں اللہ ان کو مبارک کرے، اللہ ان کا جانا قبول فرمائے اور جو نہیں جارہے وہ بھی دل چھوٹا نہ کریں، اللہ نے ان کے گناہوں کی معافی کا یہاں انتظام فرمارکھا ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ عشرہ ذوالحجہ، ذوالحجہ کے جو دس دن ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے گناہوں کی معافی کا کتنا انتظام فرمارکھا ہے؟ اس کے ساتھ ہی دس ذوالحجہ کے دن اللہ نے ایک ایسی عبادت رکھی ہے، جو قربانی کی عبادت کہلاتی ہے، اس میں ہم جیسے گناہگاروں کی مغفرت کا بہت بڑا سامان ہے۔ چنانچہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ''یا رسول اللہ! ھذہ

الاضاحی ماھی؟ قال ملۃ ابیکم ابراھیم، قالوا فمالنا فیھا؟ قال بکل شعرۃ حسنۃ قالوا فالصوف؟ قال بکل صوفۃ حسنۃ" (کنزالعمال ص:۲۲۹، ج:۵، حدیث:۱۲۷۰۲) یہ قربانی کیا چیز ہے؟ حقیقت تو ارشاد فرمائی جائے؟ فرمایا: ملۃ ابیکم ابراھیم، تمہارے ابا جان حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے، دوسرے الفاظ میں اس کا تسلسل حج کے ساتھ، یعنی حج کی قربانی کے ساتھ، کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ خواب دیکھا تھا کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کررہے ہیں، بلاشبہ اس کو قربانی ہی کہتے ہیں، اور جس نے اضحیہ کا ترجمہ قربانی کیا، بہت ہی خوب کیا، طبیعت جھوم جاتی ہے، کیا خوب ترجمہ کیا، یہ اضحیہ قربانی ہے، اس لئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک ہی بیٹا ہے، حکم ہوا کہ اس کو شام سے لے جاکے حجاز میں چھوڑ آؤ، اسی کا نام قربانی ہے، کس کا جی نہیں چاہتا کہ اس کا ایک اکلوتا بیٹا ہو، جو ابھی پیدا ہوا وہ آنکھوں کے سامنے رہے، وہ اس کی بلائیں لیا کرے، اس کو پیار کیا کرے، اس کو گود میں اٹھایا کرے، اس کو چوما کرے، اس کو دیکھ دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کیا کرے لیکن نہیں، مقصود تو قربانی دینا تھا، وہ قربانی کا مفہوم جانتے تھے، اس لئے انہوں نے کہا حکم الٰہی ہے، لہٰذا اس کی تعمیل ہوگی، چنانچہ فرمایا گیا: "واذابتلی ابراھیم ربہ بکلمت فاتمھن" اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو چند چیزوں سے آزمایا اور پھر خود ہی فیصلہ دیا کہ وہ امتحان میں کامیاب ہوگئے، ہر آزمائش سے کامیاب ہوگئے، صاحبزادے میاں جوان ہوگئے، اب بارگاہ الٰہی سے حکم آتا ہے کہ اسے اللہ کے نام پر ذبح کرو۔

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس احکام دو طریقے سے پہنچتے ہیں، ایک وحی جلی اور دوسری وحی خفی کے ذریعے، یعنی کبھی حضرت جبرائیل علیہ السلام آتے ہیں اور اللہ کا حکم پڑھ کر سناتے ہیں، اور دوسرا طریقہ وحی خفی، اس میں سے ایک خواب بھی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کوئی چیز ان کے دل میں القا فرمائیں یا خواب کے ذریعے بتلادیں۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب کے ذریعے حکم الٰہی ہوا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے نبی کا خواب وحی ہوتا ہے، اس لئے انہوں نے اپنے صاحبزادے سے کہا: "یبنی انی اریٰ فی المنام انی اذبحک" صاحبزادے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تمہیں ذبح کررہا ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اگر اللہ کے جلیل القدر نبی تھے تو اسماعیل علیہ السلام بھی نبوت کے تاج سے سرفراز ہونے والے تھے، انہوں نے فرمایا کہ ابا جان دیر کاہے کی؟ "یٰابت افعل ماتؤمر" جو حکم ہوا اس کو بجا لائیے، ایک طرف ابراہیم علیہ السلام باپ ہے، دوسری جانب اسماعیل علیہ السلام بیٹا ہے، باپ ذبح کررہا ہے، بیٹا ذبح ہونے کو تیار ہے، کیا وہ نہیں جانتے تھے کہ ذبح کرنے سے جان چلی جائے گی؟ نہیں! انہیں جانتے تھے کیا ہمیں حضرت ابراہیمؑ سے زیادہ محبوب ہے؟ کیا ہمیں حضرت اسماعیلؑ سے زندگی زیادہ محبوب ہے؟ نہیں، مگر وہ اخلاص اور قربانی کا جذبہ نہیں۔

تو حضرت زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ پوچھتے ہیں یارسول اللہ! یہ قربانی کیا چیز ہے؟ اس کی تاریخ، اس کا کوئی پس منظر تو معلوم ہونا چاہئے؟ فرمایا جی ہاں اس کا پس منظر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جو قربانی مانگی تھی اور ابراہیم علیہ السلام نے جو قربانی دی تھی، یہ اسی کا تسلسل ہے، یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اخلاص تھا، اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا اس کو بجالانے کے لئے صاحبزادے کو لے کر گئے حضرت ابراہیم علیہ السلام، مکہ مکرمہ سے منیٰ تشریف لے گئے، منیٰ قربانی کی جگہ ہے، جہاں آج بھی حجاج کرام قربانی کرتے ہیں، دس ذوالحجہ کو وہاں تشریف لے جارہے تھے، یہ وہ جگہ ہے جہاں تین جمرات ہیں جن کو تین شیطان کہا جاتا ہے، اگرچہ وہ شیطان نہیں ہیں، وہ جمرات ہیں یعنی پتھر مارنے کی جگہیں ہیں، پہلی جگہ پر شیطان آیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہنے لگا: آپ کیا کررہے ہیں، کیا کوئی اپنے بچے کو ذبح بھی کیا کرتا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سات کنکریاں اٹھائیں اور ایک، دو، تین، بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر ماریں کہ اللہ کے نام سے تجھے مارتا ہوں، اللہ بڑا ہے تو بڑا نہیں ہے، تو شیطان بھاگ گیا، پھر دوسری جگہ سامنے آیا پھر ماریں، پھر تیسری جگہ سامنے آیا پھر ماریں، وہ تو بھاگ گیا۔ اب ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کو لٹایا اور ذبح کرنا شروع کیا، اللہ تعالیٰ بیٹے کو ذبح نہیں کروانا چاہ رہے تھے، بلکہ اللہ تعالیٰ تو جذبہ طاعت اور صدق اخلاص دیکھنا چاہ رہے تھے، جب اس کی تعمیل دیکھ لی، تو فوراً اس کا بدل بھیج دیا آسمان سے ایک مینڈھا اتارا گیا، ابراہیم علیہ السلام نے چھری چلائی تو وہ مینڈھا ذبح ہوگیا اور قربانی ہوگئی۔

ہمارے اکابر علماء محققین نے فرمایا کہ دیکھئے اللہ تعالیٰ نے اولاد کی قربانی مانگی تھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا احسان ہے کہ انہوں نے پیش کردیا اپنے آپ کو اور اپنے بیٹے کو لہٰذا ان کے اخلاص کی برکت ہے، اب ہم سے بھی جان کی قربانی کی بجائے مال کی قربانی کا مطالبہ ہے، بڑا احمق اور بیوقوف ہے وہ آدمی کہ اتنا بڑی تخفیف ملنے کے باوجود پھر بھی دو چار ہزار روپے سالانہ اللہ کے لئے خرچ کرکے قربانی نہیں کرتا۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس پر ملتا کیا ہے؟ فرمایا: قربانی کے جانور کے ہر ایک بال پر اللہ تعالیٰ نیکی عطا فرماتے ہیں، قربانی کے جانور وہ تمام جانور ہیں جو حلال جانور ہیں

اور گھروں میں پلتے ہیں۔ چنانچہ اگر کسی کے پاس ہرن ہے..... اور ہرن بکرے سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے..... اور اس نے بکرے کے بجائے ہرن کی قربانی کی تو قربانی جائز نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ ہرن پالتو جانور نہیں ہے، ہرن جنگلی جانور ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے تم سے تمہاری اولاد کی قربانی مانگی تھی، لیکن تمہارے ابا نے جب تمہاری طرف سے یہ فرض کفایہ ادا کردیا تو اب اولاد کے بجائے جانور کی قربانی بھی قبول ہے، لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ جس کے ساتھ تمہاری طبیعت میں انس ہو، تمہاری طبیعت اس سے لگتی ہو اور جس کے قربان کرنے پر تمہیں ذرا تکلیف ہو اس کی قربانی کرو، ہرن چونکہ جنگلی جانور ہے اس لئے اس کی قربانی درست نہیں، اس کے علاوہ دنبہ، بکری، بھیڑ، گائے، بھینس اور اونٹ قربانی کے جانور ہیں، بڑے جانور میں سات حصے، چھوٹے جانور میں ایک حصہ، بکری کے ساتھ دنبہ بھی ہے، بکری کے ساتھ بھیڑ بھی ہے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنبہ کی بھی قربانی فرمائی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ..... مدینہ منورہ میں..... دو دنبے منگوائے تھے، دونوں خصی تھے، اور دونوں کے پاؤں، سینے اور منہ سیاہ رنگ کے تھے، موٹے تازے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قربانی فرمائی تھی، اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶۳ اونٹ خود اپنے ہاتھ سے ذبح فرمائے، علماء فرماتے ہیں کہ اس میں یہ نکتہ اور راز ہے، چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ۶۳ سال زندگی ہوئی، تو گویا ہر سال کے عوض ایک اونٹ کی قربانی ہوگی۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! سب جانوروں کے بال ہوتے ہیں، مگر بھیڑ اور دنبہ کے بال تو بہت ہوتے ہیں، کیا ہر بال پر نیکی ملے گی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! ہر بال پر نیکی ملے گی، صرف یہی نہیں کہ بالوں پر نیکی ملے گی بلکہ صحیح حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل قیامت کے دن یہی قربانی کے جانور تمہارے لئے پل صراط پر سواری کا کام دیں گے، چنانچہ فرمایا: "اعظموا اضحایاکم فانها علی الصراط مطایاکم" "دیکھو! پل صراط تلوار سے زیادہ تیز، بال سے زیادہ باریک اور ۵۰۰ سال کی مسافت کی لمبائی پر مشتمل ہے اور اس پر سے گزر کر جانا ہے، اب ایک تو یہ ہے کہ اس طویل مسافت کو پیدل کیا جائے اور ایک یہ ہے کہ کسی سواری پر سوار ہوکر طے کیا جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ عافیت کے ساتھ اس پل صراط سے گزر جاؤ تو ذرا تگڑی سی قربانی کیا کرو۔

لیکن ایک بات یہاں اور عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ لوگوں نے آج کل یہ شیوہ بنالیا ہے کہ موٹی تازی اور قیمتی قربانی کرنی چاہئے تاکہ لوگ اس کو دیکھ کر کہا کریں واہ واہ خوب لائے بکرا، کتنے کا لائے بکرا؟ پچاس ہزار روپے کا لائے، اور یہ جانور ایک لاکھ روپے کا تھا، جس آدمی نے اس نیت سے قربانی کی اس کو ثواب نہیں ملے گا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "لن ینال اللہ لحومها ولا دماؤها ولکن ینالہ التقوی منکم" "یہ تمہارے موٹے تازے جانور اور ان کا گوشت اور خون نہیں پہنچے گا، اللہ کو تو اخلاص پہنچے گا، لہٰذا قربانی اخلاص سے کرو، دکھاوے کی نیت سے نہ کرو، حلال مال سے کرو، حرام مال سے نہ کرو، جائز سے کرو، ناجائز سے نہ کرو، ادھر رشوت لی اور ادھر ڈیڑھ لاکھ کا جانور قربان کردیا، یہ قربانی نہیں ہے، ادھر لوگوں کا مال دبایا، وراثت دبا رکھی ہے اور ادھر قربانیاں بھی ہورہی ہیں، ایسی قربانیوں کا کوئی فائدہ نہیں، اس لئے کہ اصحاب حقوق کے حقوق مقدم ہیں، اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اخلاص سے قربانی کرو، جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں کے قصہ میں فرمایا گیا ہے: "انما یتقبل اللہ من المتقین" "اللہ تعالیٰ تقویٰ والوں کی قربانی قبول فرماتے ہیں، اگر تقویٰ نہیں ہے تو قربانی قبول نہیں۔

بھائی! اگر اخلاص ہوگا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بقول ابھی تم نے قربانی کا جانور ذبح نہیں کیا ہوگا، ابھی اس کا خون کا پہلا قطرہ زمین پر نہیں گرا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبولیت پہلے ہوجائے گی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ! اپنی قربانی کے پاس آجا، اس لئے کہ ادھر قربانی ہوتی ہے ادھر قطرہ زمین پر نہیں گرتا کہ اللہ کے ہاں قبولیت ہوجاتی ہے، ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے، آپ کو میں نے پہلے عرض کیا کہ ہم ننگے ہیں اور گناہوں کا بوجھ لئے پھرتے ہیں..... میں اپنی بات کررہا ہوں، آپ کی نہیں کررہا..... میرے بھائیو! قیامت کے دن ہمیں اعمال کی ضرورت ہوگی ہمیں میزان عمل میں نیکیاں چاہئے ہوں گی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس آدمی نے اخلاص سے قربانی کی، اس کو یہ خوشخبری سنادو کہ جب کل قیامت کا دن ہوگا تو یہ جانور، ان کے گوشت، پوست، کھال تو کھال اور ہڈیاں وغیرہ بلکہ وہ چیزیں جو تم ضائع کردیتے ہو، جیسے اس کے سینگ، اس کے کھر، اسی طرح اس کا خون اور اسی طرح اس کی لید گوبر وغیرہ، فرمایا کل قیامت کے دن یہ پورا جانور گوشت سمیت اپنے سینگوں سمیت اور اپنے پاؤں کے کھروں سمیت ہڈیوں سمیت اور گوبر سمیت تمہاری نیکیوں کی جگہ رکھ دیا جائے گا، لہٰذا اخلاص سے قربانی کرو، انشاء اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ ضرور تمہیں بھی مغفرت عامہ سے سرفراز فرمادیں گے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

مولانا محمد امجد قاسمی

سات زریں نصائح

حدیث شریف میں آیا ہے کہ تم بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے بدتر جھوٹ ہے' تم کسی کی کمزوریوں کی ٹوہ میں نہ رہا کرو اور جاسوسوں کی طرح رازدارانہ طریقہ سے کسی کے عیب معلوم کرنے کی کوشش بھی نہ کرو نہ آپس میں حسد نہ بغض وکینہ رکھو اور نہ ایک دوسرے سے منہ پھیرو! بلکہ اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن کر رہو۔ (بخاری شریف)

یہ سات چیزیں جن کی تاکید کی گئی ہے معاشرہ کی انفرادی اور اجتماعی زندگی سے بلاواسطہ متعلق ہیں ان ممنوع چیزوں سے اجتناب سماج کی متعدد برائیوں کو ختم کرسکتا ہے اور ان کا ارتکاب دلوں میں دشمنی اور بغض پیدا کرتا ہے اور باہمی تعلقات کو خراب کرڈالتا ہے' ہم ان کی مزید وضاحت کرتے ہیں۔

(۱) بدگمانی:

یہ دل کا گناہ ہے اور یہ زبان سے بولے جانے والے جھوٹ سے کم درجہ کا گناہ نہیں ہے' یہ مرض جس بدنصیب میں پیدا ہوجاتا ہے پھر وہ ہر شخص کے بارے میں جھوٹے وہم اور بدنیتی اور برے وساوس کا شکار رہا کرتا ہے' بہت سے نہ ہونے والے امور کی نسبت دوسروں کی طرف کرنے لگتا ہے اور فطری طور پر اس کا اثر ظاہری سلوک پر پڑتا ہے' فریق ثانی کی طرف سے ردعمل ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں باہمی تعلقات بالکل بگڑ جاتے ہیں اور دل کینہ اور بغض سے بھر جاتے ہیں' قرآن کریم میں وارد ہوا ہے:

"اے مومنو! بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں' مطلقاً گمان کرنے سے نہیں روکا گیا ہے۔"

گمان کی ایک قسم خوش گمانی اور نیک گمانی ہے' جس کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

"حسن الظن من حسن العبادة." (مسند احمد)

ترجمہ: "نیک گمانی بہترین عبادت ہے۔"

لیکن جس گمان کو گناہ قرار دیا ہے وہ یہ کہ انسان بلاسبب کسی سے بدگمانی کرے یا دوسروں کے بارے میں رائے قائم کرنے میں ہمیشہ بدگمانی سے ہی آغاز کرے یا ایسے افراد کے متعلق بدگمانی کرے' جن کا ظاہری حال ان کی نیکی اور شرافت پر دلالت کررہا ہو' ایسے ہی یہ بھی جرم ہے کہ کسی کے قول یا عمل میں خیر وشر دونوں کا احتمال ہو اور انسان بدگمانی سے کام لے کر اسے شر ہی پر محمول کرے' مثال کے طور پر کوئی بھلا آدمی کسی مجلس سے اٹھتے وقت کسی اور کا چپل ہاتھ میں لے لے اور دوسرا آدمی یہ رائے قائم کرے کہ اس نے چپل چرانے کی نیت سے یہ عمل کیا ہے' جبکہ ایسا بھول سے بھی ممکن ہے' اس لئے ایسی صورت میں اس عمل کو خیر پر محمول نہ کرکے اور اسے اس کی بھول نہ سمجھ کر شر اور چوری کے ارادے پر محمول کرنا بدگمانی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

یہاں یہ بھی جان لینا چاہئے کہ گمان کی ایک قسم ایسی ہے جو بدگمانی ہی ہے مگر ذرا جائز نوع کی ہے اور وہ گناہ نہیں' مثال کے طور پر کسی انسان یا جماعت کی سیرت وکردار یا معاملات میں ایسی واضح علامتیں موجود ہوں جن کی وجہ سے وہ ہرگز خوش گمانی کے قابل نہ ہو' بلکہ اس سے سوئے ظن کے معقول اسباب موجود ہوں' ایسے موقع پر شریعت کا مطالبہ یہ نہیں ہے کہ انسان اس سے حسن ظن ہی رکھے لیکن اس جائز بدگمانی کی آخری حد یہ ہے کہ اس کے امکانی شر سے بچاؤ کے لئے صرف احتیاط پر اکتفا ہو اور اس سے آگے بڑھ کر صرف گمان کی بنیاد پر اس کے خلاف کوئی کارروائی کرنا صحیح نہیں ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ انسان اپنے گمان کو بالکل آزاد اور مطلق العنان نہ بنائے' جہاں تک دل میں آنے والے وساوس کا مسئلہ ہے تو وہ معاف ہیں' بعض علماء نے تحریر فرمایا ہے کہ بدگمانی اس وقت گناہگار کرتی ہے جب اس کا ذکر زبان سے کیا جائے' اگر محض خیال کے طور پر دل میں گزر رہو تو اس پر گناہ نہیں ہے۔

بدگمانی میں انسان کسی دوسرے کے بارے میں یہ فیصلہ کرلیتا ہے کہ وہ ایسا ہے' پھر چونکہ درحقیقت وہ شخص ویسا نہیں ہوتا' اس لئے یہ فیصلہ جھوٹ ہی قرار پائے گا بدگمانی کو جھوٹ بات اس لئے کہا گیا ہے کہ بدگمانی پر گناہ اس کے زبان سے ذکر کے بعد ہوتا ہے اور یہ باتیں شیطان کی طرف سے انسان کے نفس میں ڈالی جاتی ہے۔

(۲) کسی کی کمزوریوں کی ٹوہ میں رہنا:

(۳) جاسوسی کرکے عیب معلوم کرنے کی کوشش کرنا:

تحسس اور تجسس کی متعدد تشریحات

کی گئی ہیں' جن کی تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں ہے' علماءً نے یہ تصریحات کی ہیں کہ تجسس وتجسس اگر کمزوریوں اور عیوب کا ہے تب اس کا گناہ ہونا بالکل ظاہر ہے اور اگر اچھی خبر کی تلاش اور اچھے احوال و معاملات کی ٹوہ اور جاسوسی کی جائے تب بھی یہ ممنوع ہے اور ممانعت کی علت یہ ہوگی کہ ممکن ہے کہ کسی بارے میں کوئی اچھی خبر پانے کے بعد حسد یا طمع اور حرص پیدا ہوجائے' اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ کسی اچھی خبر کی ٹوہ میں بھی نہ رہا جائے۔

بہرحال لوگوں کے راز ٹٹولنا' عیوب تلاش کرنا' حالات و معاملات کی ٹوہ کرنا خواہ سوءِ ظن کی بنا پر ہو یا بدنیتی سے نقصان پہنچانے کی خاطر ہو یا اپنی معلومات کے لئے ہو ہر حال میں شرعاً ممنوع ہے' ایک مومن کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ دوسروں کی ان حالتوں کی جن پر پردہ پڑا ہوا ہے کھوج کرید کرے اور معائب اور کمزوریوں کا پتہ لگائے' لوگوں کے ذاتی خطوط پڑھنا' دو آدمیوں کی باتیں کان لگا کر سننا' پڑوسیوں کے گھروں میں جھانکنا اور دوسروں کی خانگی یا ذاتی معاملات کو ٹٹولنا بہت بڑا اخلاقی جرم ہے جو فساد بھڑکاتا ہے' قرآن میں فرمایا گیا: "لاتجسسوا" (اور تم ٹوہ میں نہ لگو)۔ (الحجرات:۱۲)

ایک حدیث میں فرمایا گیا: اے لوگو! جو زبان سے ایمان لائے ہو مگر ابھی تمہارے دلوں میں ایمان نہیں اترا ہے' مسلمانوں کے پوشیدہ حالات کی کھوج نہ لگایا کرو' کیونکہ جو شخص مسلمانوں کے عیب ڈھونڈنے کے درپے ہوگا' اللہ اس کے عیوب کے درپے ہوجائے گا اور اللہ جس کے درپے ہوجائے گا' اسے اس کے گھر میں رسوا کرکے چھوڑتا ہے' بلکہ ایک حدیث میں یہ مذکور ہے کہ جس نے کسی کا کوئی مخفی عیب دیکھ لیا اور اس کی پردہ پوشی کی تو یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ کسی نے ایک زندہ درگور لڑکی کو موت سے بچالیا'

حضرت معاویہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے: "تم لوگوں کے مخفی حالات معلوم کرنے کے درپے ہوگئے تو ان کو بگاڑ کے قریب پہنچادو گے۔" (سنن ابی داؤد)

تجسس جس طرح افراد کے لئے منع ہے' ایسے ہی مسلم حکومتوں کے لئے بھی ممنوع ہے' نہی عن المنکر کی جو ذمہ داری حکومتِ اسلامی کے حوالہ کی گئی ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جاسوس مقرر کرکے یا دوسرے طریقوں سے لوگوں کے مخفی عیوب اور برائیاں تلاش کرکے سامنے لائی جائیں' بلکہ حکومت کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنے سامنے ظاہر برائیوں کے خلاف اپنی قوت کا استعمال کرے' مخفی برائیوں کے خاتمہ کا حل تجسس نہیں بلکہ وعظ ونصیحت' تبلیغ وتعلیم' دعوت اور فہمائش اور پاکیزہ اسلامی معاشرہ قائم کرنے کی جدوجہد ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ بہت عبرت آموز ہے کہ ایک بار انہوں نے رات میں گشت لگاتے وقت ایک شخص کی آواز سنی جو اپنے گھر میں گا رہا تھا' آپ کو شک ہوا اور آپ اس کے گھر کی دیوار پر چڑھ گئے' جھانک کر دیکھا تو وہاں شراب بھی تھی اور ایک عورت بھی' آپ نے اس شخص کو آواز دی فرمایا: کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی معصیت کا ارتکاب کروگے اور اللہ تعالیٰ تمہارے راز کو فاش نہ کرے گا؟ اس نے جواب دیا: امیرالمومنین! جلدی نہ کریں' اگر میں نے ایک گناہ کیا ہے تو آپ نے تین گناہ کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تجسس سے منع کیا ہے اور آپ نے تجسس کیا' اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ' آپ دیوار پھاند کر آئے ہیں' اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ دوسروں کے گھروں میں بلااجازت نہ جاؤ' آپ بلااجازت آئے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی غلطی مان گئے اور اس شخص کے خلاف کارروائی نہ کی' البتہ اس سے آئندہ بھلائی کا راستہ اختیار کرنے کا وعدہ لے لیا۔ (مکارم الاخلاق از ابوبکر محمد بن جعفر)

اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ خود اسلامی حکومت کے لئے بھی لوگوں کے بھید ٹٹول کر ان کی برائیوں اور معائب کا پتہ لگانا جائز نہیں ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے:

"حکمراں جب لوگوں کے اندر شبہات کے اسباب ڈھونڈنے لگتے تو وہ ان کو بگاڑ کر رکھ دیتا ہے۔" (ابوداؤد)

ہاں بعض حالات میں تجسس کی اجازت دی گئی ہے' مثلاً کسی فرد یا جماعت کے طرز عمل میں فساد کی واضح نشانیاں موجود ہوں اور یہ خدشہ قوی ہوجائے کہ وہ جرم کرنے ہی والا ہے تو حکومت اس کی تحقیق کے لئے ان کے حالات کی ٹوہ میں لگ سکتی ہے' شادی کے پیغام میں اور کاروباری معاملات وغیرہ میں اطمینان قلبی کے لئے بھی اس کی گنجائش ہے' بقیہ جہاں اس کی ضرورت نہ ہو وہاں تجسس ناجائز ہے۔

(۴) حسد:

حسد کا مطلب یہ ہے کہ کسی دوسرے کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر یہ تمنا کرنا کہ وہ نعمت اس سے چھن جائے' مجھے ملے یا نہ ملے' بس اس کے پاس نہ رہے' خواہ وہ نعمت دین کی ہو یا دنیا کی ہو۔

اور اگر کسی کی نعمت دیکھ کر یہ احساس اور تمنا نہ ہو کہ وہ اس سے چھن جائے' بس یہ خواہش ہو کہ یہ مجھے بھی مل جائے تو یہ رشک ہے' رشک دینی نعمتوں میں تو پسندیدہ ہے' مگر دنیوی چیزوں میں ناپسندیدہ مگر جائز ہے۔

جب کہ حسد بالکل ناجائز ہے۔ حدیث میں فرمایا گیا ہے:

"تم حسد سے بچو! کیونکہ حسد نیکیوں کو ایسے ہی کھا جاتا ہے' جیسے آگ لکڑی کو یا گھاس پھوس کو کھا جاتی ہے۔"

(ابوداؤد)

قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:

"پھر کیا یہ (یہود) دوسرے سے اس لئے حسد کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے نواز دیا"۔ (النساء:۵۴)

حضرت زبیرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ تمہاری طرف بھی پہلی قوموں کا مرض چپکے سے چل پڑا ہے اور وہ حسد‘ بغض ہے‘ یہ مونڈ نے والی خصلت ہے‘ میں نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈ دیتی ہے بلکہ دین کو مونڈ دیتی ہے۔ (مسند احمد)

بہرحال حسد خواہ دنیاوی کمال پر ہو یا دینی کمال پر بہرصورت حرام ہے۔

(۵) بغض و نفرت:

ایک دوسرے سے بغض و نفرت رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ایسے اسباب نہ پیدا کرو جو بغض و نفرت کو لازم کرتے ہوں‘ اصل میں محبت اور نفرت دونوں فطری جذبے ہیں‘ جو غیر اختیاری ہوتے ہیں‘ البتہ انسان ایسے اسباب سے ضرور بچ سکتا ہے جن سے باہم بغض اور نفرت کو ہوا ملتی ہو۔ اس کا مطلب بعض حضرات نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ شرعی احکام و مسائل میں خواہش نفس کی بنا پر باہم اختلاف و انتشار نہ کرو اور اپنے خود ساختہ نظریات کو دین میں شامل نہ کرو‘ دین میں بدعت اور نئی بات ایجاد کرنا اور راہ راست سے انحراف مسلمانوں میں بغض و نفرت پیدا کرتا ہے‘ بہرحال بغض سے ممانعت کا اصل منشاء مسلمانوں کو آپس کی محبت و الفت کی طرف ابھارنا ہے‘ اس کا تعلق پوری زندگی سے ہے‘ ہاں اس شخص سے بغض ہی مناسب ہے جو دین کو نقصان پہنچاتا اور شرعی احکام میں خلل ڈالتا ہو۔

بغض کے معنی میں یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کے درمیان عداوت نہ پیدا کی جائے‘ فساد کی تمام شکلوں سے احتراز کیا جائے‘ جن میں چغل خوری بھی شامل ہے۔

(۶) ایک دوسرے سے منہ پھیرنا:

تدابر کی تشریح میں مختلف اقوال ہیں اور وہ سب ہی مراد ہو سکتے ہیں‘ ایک دوسرے سے عداوت‘ بے رخی‘ ترک ملاقات‘ ملنا جلنا‘ چھوڑنا‘ ملاقات کے وقت ایک دوسرے سے منہ پھیر لینا‘ ایک دوسرے کی پیٹھ پیچھے برائی کرنا‘ اپنے مسلمان بھائی سے انتقام لینے کی فکر کرنا‘ جھگڑا کرنا‘ سارے معانی مراد لئے جا سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ تمام امور شریعت میں ممنوع ہیں۔

(۷) اخوت اور اتحاد:

بھائی بھائی بن کر رہنا اتحاد و اخوت ہے‘ قرآن میں ذکر فرمایا گیا ہے کہ:

"تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو اور تفرقہ میں نہ پڑو‘ اللہ کے اس احسان کو یاد رکھو جو اس نے تم پر کیا ہے‘ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے‘ اس نے تمہارے دل جوڑ دیئے اور اس کے فضل و کرم سے تم بھائی بھائی بن گئے۔" (آل عمران:۱۰۳)

اتحاد و اتفاق مسلمانوں کی اجتماعی زندگی اور قوت کا واحد حل ہے اور یہ حل تمام امتوں اور مذاہب میں متفق علیہ رہا ہے۔

قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

"انما المؤمنون اخوة." (الحجرات:۱۰)

ترجمہ: "مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔"

وحدت و اتحاد کے لئے اس کا خاص مرکز ہونا چاہئے‘ یہ مرکز صرف اسلام اور قرآن بن سکتا ہے‘ وطنی اور نسبی چیزیں کبھی مرکز نہیں بن سکتیں‘ پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ باہمی اتحاد اطاعت الٰہی پر موقوف ہے‘ معصیت کے ساتھ یہ انعام نہیں مل سکتا۔

مومن سب بھائی بھائی اور اللہ کے بندے ہیں‘ ایک باپ کی اولاد ہیں‘ ایک معبود کے بندے ہیں‘ اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ہر طرح کی برائیوں اور حسد‘ بغض‘ کینہ‘ نفرت تمام چیزوں سے بچیں‘ اختلاف و انتشار سے دور رہیں اور ہمدردی‘ بھائی چارگی‘ اخوت‘ جذبہ تعاون اور اصلاح و تقویٰ کی مضبوط بنیادوں پر ایک بے نظیر عملی اسلامی معاشرہ قائم کریں۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:

"یہ تمہاری امت حقیقت میں ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں‘ پس تم میری عبادت کرو۔" (الانبیاء:۹۲)

اسی اصول کو حرز جاں بنانے اور عام کرنے کی فکر کرنا چاہئے۔

☆☆......☆☆

علماء کرام کیلئے خصوصی پیشکش

علماء کرام کے اہل خانہ کے لئے ہمارے ہاں سے زیورات کی خریداری پر کسی بھی قسم کی گھڑائی جڑائی نہیں لی جائے گی‘ مزید بصورت واپسی اصل سونے کی قیمت جب چاہیں واپس حاصل کریں

خادم ملت: حاجی الیاس غنی عنہ

ائمہ مساجد بھی اس پیشکش سے فائدہ اٹھائیں

سنارا جیولرز

صرافہ بازار میٹھادر کراچی نمبر 2 فون: 2545805-2545080

اللہ کی راہ میں خرچ کی فضیلت

ابومحمد صالح

اسلام نے مسلمانوں کو جس طرح کی زندگی بسر کرنے کی تلقین کی ہے وہ محض اپنی اور اپنے بیوی بچوں کے پیٹ بھرنے ہی کی زندگی نہیں ہے بلکہ معاشرتی، جماعتی اور انسانی فرائض کی ادائیگی کی ایک پوری زندگی ہے اور جب تک ایک انسان نظام زندگی میں پورا نہیں اترتا اسلامی زندگی کی برکات سے محروم رہتا ہے۔ اس پر اس کے نفس کا حق ہے، رشتہ دار کا حق ہے، بیوی بچوں کا حق ہے، ہمسایہ کا حق ہے پھر تمام نوع انسانی کا حق ہے۔ اس کا فرض ہے کہ اپنی استطاعت اور مقدور کے مطابق یہ تمام فرائض ادا کرے اس کی ادائیگی پر اس کی زندگی کی ساری دنیوی اور دینی سعادتیں موقوف ہیں۔

مومن وہ ہے جس کا ہاتھ ہمیشہ کھلا رہتا ہے پوشیدہ اور ظاہر ہر حال میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ یہ محض شیطانی وسوسہ ہے کہ خرچ کرنے سے ہم محتاج ہو جائیں گے۔ لہٰذا یہ سمجھنا کہ جہاں سال میں ایک مرتبہ زکوٰۃ ادا کر دی، انفاق فی سبیل اللہ کے تمام مطالبات پورے ہو گئے۔ صریح قرآن کی تعلیم سے اعراض کرنا ہے۔ زکوٰۃ تو ایک مخصوص رقم ہے جو مخصوص مقاصد کے لئے سال میں ایک بار دینا پڑتی ہے لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ بے شک مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب ترین عمل عطیات، صدقات و خیرات تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دے کر اتنا خوش ہوتے جتنا لینے والا لے کر نہ ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جود و سخا میں یکتا تھے۔ اگر کوئی محتاج و ضرورت مند آجاتا تو اپنے اوپر اس کو ترجیح دیتے اور ایثار سے کام لے کر کبھی کھانا، کبھی کپڑا عنایت فرما دیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو مختلف عنوان سے عطا فرماتے، کبھی ہدیہ کے نام سے مرحمت فرماتے، کبھی کسی سے کوئی چیز خریدتے پھر اس کو اس کا سامان اور قیمت دونوں ہی عنایت فرما دیتے۔

جہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کا تعلق ہے تو ان میں وہ بھی جس کے پاس کچھ نہ تھا، خدا کی راہ میں کچھ نہ کچھ دینے کے لئے بے قرار رہتے تھے۔ چنانچہ جب یہ حکم ہوا کہ ہر مسلمان پر صدقہ دینا فرض ہے تو اس پر اس شدت سے عمل کیا کہ جو استطاعت نہ رکھتے تھے، وہ بھی بازار جا کر مزدوری کرنے لگے تاکہ جو رقم ہاتھ آئے وہ غریب و معذور بھائیوں کی اعانت میں خرچ کریں۔ ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا کہ اگر تم کسی حاجت مند کی مدد کرو تو اس پر احسان مت دھرو کہ وہ شرمندہ ہو، بلکہ تمہیں خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے تم کو یہ نعمت دی اور اس کی توفیق بھی عنایت کی کہ تم اس کی راہ میں خرچ کرو، احسان جتانے سے وہ نیکی کا پیالہ ٹوٹ جائے گا۔ فرمان خداوندی ہے:

"تم اپنی خیرات کو احسان دھر کر یا طعنہ دے کر برباد نہ کرو۔"

ایک مخلص مومن کا عمل یہ ہونا چاہئے:

"ہم تم کو خدا کے لئے کھلاتے ہیں، ہم تم سے کوئی بدلہ اور شکریہ نہیں چاہتے۔"

درحقیقت دینے والے کو چاہئے وہ لینے والے کا شکر گزار ہو اس لئے کہ اس نے لے کر دینے والے کو اس بار عظیم سے سبکدوش کر دیا، جو اس کے ذمہ لازم اور ضروری تھا چہ جائیکہ وہ احسان دھر کر اپنے عمل کو ضائع و برباد کرے اور مزید گناہ کا مستوجب ہو۔

صحابہ کرامؓ کا عمل:

انفاق فی سبیل اللہ کے معاملے میں صحابہ کرامؓ کا عجیب و غریب حال تھا۔ ان میں وہ بھی تھے جو کل کے لئے آج اٹھا کر رکھنا حرام سمجھتے تھے جیسے حضرت ابوذرؓ اور وہ بھی تھے جو وقت پر اپنی تمام دولت اسلام کے قدموں پر لا کر ڈال دیتے تھے، جیسے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور ایسے بھی تھے جو اپنی تجارت کا تمام سرمایہ خدا کی راہ میں بیک وقت لٹا دیتے تھے جیسے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اور وہ بھی تھے جو خود بھوکے رہ کر دوسروں کو کھلا دیتے تھے اور خود تکلیف اٹھا کر دوسروں کو آرام پہنچاتے تھے جیسے حضرت علی مرتضیٰؓ، بعض انصار کی خدا نے یوں مدح فرمائی:

"اور وہ اپنی ذاتی حاجت کے باوجود اپنا کھانا مسکین، یتیم اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں اور اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ خود حاجت مند ہوں۔"

کسوٹی

ابوعبیدہ بہت بڑے عالم گزرے ہیں، ایک بہت بڑی درس گاہ کے بانی اور وہاں کے صدر مدرس و مہتمم بھی تھے، لباس میں صفائی ستھرائی کا بہت خیال رکھتے تھے، نہایت نفیس کپڑے زیب تن کیا کرتے تھے اور داڑھی بھی خضاب کیا کرتے تھے، مشہور شاعر ابونواس انہی کا ہمعصر تھا، ایک بار وہ اپنے شاگردوں کے درمیان بیٹھے درس دے رہے تھے، دوران درس انہوں نے سوال کیا: بتاؤ کھرے اور کھوٹے کو پرکھنے کے لئے اگر تم سے کہا جائے تو تم کس کسوٹی پر پرکھو گے؟ ابونواس اتفاقاً وہاں موجود تھا، فوراً بولا: عرق لیموں، یہ ان کی خضاب شدہ داڑھی کی طرف اشارہ تھا، کیونکہ لیموں کے عرق سے خضاب کا رنگ اڑ جاتا ہے۔

یہ انسانیت نہیں درندگی ہے:

ایک شخص آرام وراحت کی زندگی بسر کرے اور اس کے پڑوس میں دوسرا شخص فقر و فاقہ اور بدحالی میں مبتلا ہو، نان شبینہ کا محتاج ہو اور گردش زمانہ پر آنسو بہا رہا ہو، یہ انتہا درجے کی حیوانیت ہے کہ اگر کسی کو دنیاوی سازوسامان حاصل ہے تو وہ اپنے میں مست ہو دوسروں کو بھول جائے، ان لوگوں کو فراموش کردے جو اس کی بستی، اس کے شہر اور اسی کے آس پاس پریشان حالی میں زندگی گزار رہے ہوں۔ اسلام نے عطیات، صدقات وخیرات کے طریقے کو اسی لئے اختیار کیا ہے تاکہ دولت مند طبقہ کمزور اور غریبوں کی اعانت کرے اور ان کی پریشانیوں اور تکلیفوں کو دور کرنے کی کوشش کرے، ان کی خبر گیری اور دیکھ بھال کرے۔

لیکن افسوس کہ ضروریات کے لئے ہمارے ہاتھ افلاس زدہ، قومی اداروں کے لئے ہماری جیبیں تنگ لیکن رسومات قبیحہ کے لئے ہمارے حوصلے بلند، ہمارے سینے فراخ ہیں اور ہم مفلس ہوتے ہوئے بھی امیر اور دولت مند، ہماری مسجدیں ویران، مؤذن کی اذان رائیگاں اور سینما ہال ہمارے وجود سے آباد اور تماشا گاہوں کی رونق ہمارے دم سے قائم، کیا اس طرح ناموس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت ہوتی ہے یا ناموس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہمارا وجود ننگ و عار ہے اور جو کچھ رسوائی ہے اس کے ذمہ دار خود ہمارے اپنے کردار ہیں؟

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

یہ تو دنیا کی رسوائی اور سزا ہے، آخرت کی رسوائی وسزا تو اس سے کہیں زیادہ سخت ہے، دولت کے ان مجازی مالکوں اور امینوں کو یہ بتادیا گیا کہ ان کو خدا کی عدالت میں اپنی دولت کے ایک ایک ذرے کا حساب دینا پڑے گا: ''پھر اس دن تم سے تمہاری نعمت کا حساب پوچھا جائے گا'' اس لئے ان کو خوب سمجھ لینا چاہئے کہ وہ اپنی دولت کو کہاں اور کس طرح صرف کرتے ہیں؟ ان لوگوں کو جو اپنے روپے کی تھیلیوں کو نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں ان کو تنبیہ کی گئی:

''برائی ہو اس کی جو طعنہ دیتا اور عیب چنتا ہو، جو مال کو دبا کر رکھتا ہو اور اس کو گن گن کر خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اس کے ساتھ سدا رہے گا، ہرگز نہیں۔''

ایک موقعے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''رشک کرنا صرف دو آدمیوں پر جائز ہے: ایک تو اس پر جس کو خدا نے علم دیا ہے اور وہ اس کے مطابق شب وروز عمل کرتا ہے اور دوسرے اس پر جس کو مالک الملک نے دولت دی ہے اور وہ اس کو دن رات خدا کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔''

جو لوگ مال کو سمیٹ کر رکھتے ہیں اس کے متعلق ارشاد ہے:

''جو لوگ سونا چاندی اور مال و دولت جمع کر کے رکھتے ہیں اور اس کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! تم ان کو سخت اور دردناک عذاب کی خبر سنادو۔''

یہ دردناک اور سخت عذاب یہ ہوگا کہ ان کی دولت کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ یہی وہ مال ہے جسے تم جوڑ جوڑ کر رکھتے تھے اور اللہ کی راہ میں مال خرچ نہیں کرتے تھے۔ اس کے برعکس جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، ان کے لئے دنیا وآخرت دونوں جگہ آسائش وفراوانی ہے اور ان کے اس خرچ کرنے کو خداوند قدوس قرض حسنہ قرار دیتا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

''من یقرض اللہ قرضاً حسنا فیضاعفه له اضعافاً کثیرا۔''

ایک دوسری جگہ فرمایا، جس کا مفہوم ہے:

''جو لوگ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہیں ان کے اس خرچ کرنے کی مثال اس دانے کی سی ہے، جس سے پودا اُگے اور اس سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ بڑھاتا ہے، جس کے واسطے چاہتا ہے وہ بڑی وسعت والا اور سب کچھ جانتا ہے یقیناً اچھے کام کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

صحیح حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس ایک سواری زائد ہو تو جس کے پاس ایک سواری بھی نہ ہو، اس کو دیدے، جس کے پاس سامان زائد ہو تو اس کو دیدے جس کے پاس سامان نہ ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک کھجور اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کی جائے تو خدائے تعالیٰ اس کو اتنا بڑھاتا ہے کہ وہ احد پہاڑ سے بڑی ہوجاتی ہے۔ سچ ہے:

''رحمت حق بہانہ می جوید''

لہٰذا ہمیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے رہیں اور اچھے کام کرتے رہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو۔ ☆☆............☆☆

مولانا محمد اسحٰق صدیقی

قربانی کی حقیقت

پورے سال میں دو دن ایسے ہیں جن میں ہماری مقدس شریعت نے امت مسلمہ کو اجتماعی طور پر اظہار مسرت کی اجازت نہیں بلکہ حکم دیا ہے۔ آپ کا جی چاہے تو ان دونوں مواقع کے لئے چلتا ہوا لفظ ”تہوار“ استعمال کر لیجئے لیکن سچ پوچھئے تو یہ لفظ ہماری عید کے شایان شان نہیں ہے دوسری ملتوں میں تہوار کے نام سے جو کچھ ہوتا ہے اسے اسلامی عید کی پاکیزگی لطافت و نفاست کے ساتھ کیسی نسبت ہے؟ اس پہلو پر نظر کیجئے تو یہ لفظ عید کے لئے ”گالی نما“ ضرور معلوم ہوتا ہے۔

ہماری دونوں عیدوں میں اظہار مسرت تو ضرور ہوتا ہے مگر بہت لطیف قسم کا جسے مادیت کی کثافت میں ملوث نفوس سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ عیدالفطر کے موقع پر بارگاہ الٰہی میں اس قرب پر اظہار مسرت کیا جاتا ہے جو خواہشوں اور لذتوں کی قربانی کرنے سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ صوم رمضان خواہشوں اور لذتوں کی قربانی کا نام ہے‘ اس میں اظہار مسرت کا طریقہ حسب استطاعت اچھے لباس میں نماز پڑھنا ہے‘ عید قربان میں اس پر مزید اضافہ صاحبان نصاب کے لئے ”قربانی“ کا بھی ہے۔

قربانی عیدالاضحٰی کو عیدالفطر سے ممتاز کرتی ہے اس کے متعلق اتنا تو سب کو معلوم ہے کہ: ”سنت ابراہیمی“ ہے لیکن اس پہلو پر بہت کم لوگوں کی نظر جاتی ہے کہ یہ ایک مخصوص طرز کی عبادت ہے اور عبادت الٰہی کا یہ طریقہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے ہی چلا آ رہا ہے‘ قرآن مبین میں ہابیل وقابیل کا واقعہ بیان فرمایا گیا اور ان دونوں کے درمیان فساد کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے:

”جبکہ دونوں نے قربانی کی تو ایک کی قربانی قبول ہوگئی اور دوسرے کی نہیں قبول ہوئی۔“

یہ دونوں حضرت آدمؑ کے بلاواسطہ فرزند تھے اور واقعہ بھی ان کی حیات میں پیش آیا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ طریق عبادت نوع انسانی کے وجود کے ساتھ ہی وجود میں آ گیا تھا۔ لفظ ”قربا“ جو اردو میں قربانی بن گیا لغت میں قریب ہونے کے معنی میں ہے۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ بندہ اس طریقہ سے اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی رضا حاصل کرتا ہے اور اپنی انتہائی پستی وذلت کے اظہار کے ساتھ جس کام سے اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی رضا مقصود ہو وہ عبادت ہے‘ بندہ ایک جان کو جو اس کے مال ہی میں شامل ہوتی ہے اپنے رب کی خوشنودی کے لئے قربان کر کے حق تعالیٰ کے سامنے اپنی انتہائی پستی اور اپنے تذلل کا اظہار کرتا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ قربانی عبادت ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس طریق عبادت میں امتیازی خصوصیت کیا ہے اور اس کی حکمت اور اس کا راز کیا ہے؟

قربانی کے اس پہلو پر غور سے بے بہا نکتے ہاتھ لگتے ہیں جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

۱:...... صلوٰۃ کی خصوصیت اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی یاد ہے یہ محبت وطاعت کا مجموعی مظاہرہ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”میری یاد کے لئے نماز قائم کرو۔“

صوم کی خصوصیت مجاہدہ وتقویٰ ہے‘ بندہ اپنی خواہشوں کو رضائے الٰہی کے لئے پامال کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”اے ایمان والو! تم پر اسی طرح روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے‘ تاکہ تم متقی ہو جاؤ۔“ (سورۂ بقرہ)

اسی طرح زکوٰۃ جذبہ حب مال کی پامالی و تعدیل کا ذریعہ ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

قربانی کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے جذبہ حب مال کے ساتھ جذبہ حب نفس وحب حیات کی تعدیل و اصلاح بھی ہوتی ہے قربانی کا جانور قربانی کرنے والے کا مال ہے وہ جب ذبح ہوتا ہے تو اس کے مال کا نقصان ہوتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ہوتا ہے‘ اس لئے زکوٰۃ کی طرح اس سے بھی حب مال میں کمی واقع ہوتی ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ وہ ایک زندہ حیوان ہے جس کی جان محض رضائے الٰہی کے لئے لی جاتی ہے اس سے نفس پر اثر یہ ہوتا ہے کہ جب رضائے الٰہی کے لئے ایک حیوان کی جان لے لینا بارگاہ الٰہی میں قرب اور آخرت کا سبب بنتا ہے تو خود اپنی جان اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے حکم الٰہی پر قربان کر دینا کس قدر قرب وثواب اور ترقی درجات کا سبب ہوگا؟ یہ اثر حب نفس یعنی اپنی جان کی محبت کو کم اور اسے اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے جذبہ کو ترقی دیتا ہے۔

۲:...... امثال ونظائر سے متاثر ہونا انسان کا فطری خاصہ ہے خصوصیت کے ساتھ جب اس کے

ساتھ کوئی خاص ربط و تعلق بھی ہو۔ انسان انسان کے حالات سے تو متاثر ہوتا ہی ہے حیوانات کے احوال کا بھی اس پر اثر ہوتا ہے اپنے کسی دوست کو ناخوش دیکھ کر آپ کے قلب پر بھی پژمردگی طاری ہونے لگتی ہے حیوان کی اذیت و تکلیف سے بھی انسان متاثر ہوتا ہے اور اس کے اظہار مسرت سے مسرور، یہ روزمرہ کے تجربات ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ نفس انسانی میں احوال کو اخذ کرنے اور ان سے متاثر ہونے کا قوی رجحان پایا جاتا ہے۔ قربانی کے معاملہ کو اس نفسیاتی اصول کی روشنی میں دیکھئے ایک حیوان اللہ تعالیٰ کا نام لے کر محض ان کی رضا و خوشنودی کے لئے ذبح کیا جاتا ہے اس کی سب قوتیں جو سراسر حیوانی ہوتی ہیں، ختم کر دی جاتی ہیں اس سے انسان کے حیوانی قویٰ اور اس کی بھی خواہشیں یقیناً متاثر ہوتی ہیں اور جس طرح ایک حیوان کو تکلیف میں مبتلا دیکھ کر آپ کا نفس تکلیف کا احساس کرتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے قوائے حیوانیہ کے اس فنا و زوال کو دیکھ کر یا اس کی اطلاع پا کر آپ کی حیوانی قوتوں میں بھی اضمحلال اور رضائے الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کا میلان پیدا ہوتا ہے بالفاظ دیگر ان کی اصلاح ہوتی ہے اور یہ اطاعت الٰہی کی طرف مائل ہوتی ہیں۔

۳:...... مومن کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنا، لیکن کیا اس مقصد عظیم کے چہرے کو موت کا حجاب مستور کر دیتا ہے؟ اور مسلمان کی موت ایک اضطراری حادثہ کے ہم معنی ہے جس کا کوئی مقصد اور کوئی متعین رخ نہیں ہوتا؟ قربانی نفسیاتی طور پر تعلیم دیتی ہے کہ زندگی کی طرح مومن کی موت بھی بے مقصد یا غلط مقصد کے لئے نہ واقع ہونا چاہئے بلکہ اس کا مقصد رضائے الٰہی اور قرب بارگاہ خداوندی ہونا لازم ہے۔

اگر موت اختیار سے باہر ہے تو زندگی بھی اختیاری نہیں ہے اگر اس کا مقصد اور رخ ایمان کی روشنی میں متعین کیا جا سکتا ہے تو موت کا مرحلہ بھی اسی نور کی امداد سے طے کرنا چاہئے، مسلم کے لئے موت ایک اضطراری حادثہ نہیں ہے بلکہ با مقصد جان سپاری ہے اس کی جان نکالی نہیں جاتی ہے بلکہ شوق لقاء الٰہی سے بیتاب ہو کر نکل جاتی ہے، حق تعالیٰ کے اس ارشاد پر غور کیجئے:

"قسم ہے ان فرشتوں کی جو (کافروں) کی جان کھینچ کر نکال لیتے ہیں اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو (اہل ایمان کی جان کی گرہ کھول دیتے ہیں۔" (نازعات)

گرہ کھلتے ہی مسلمان کی جان نشاط و انبساط کے ساتھ خوش و خرم اپنے مقصد عظیم کی طرف روانہ ہو جاتی ہے۔

قربانی کے ساتھ اس مضمون کے ارتباط کی وضاحت کے لئے اس حدیث پر نظر کیجئے:

"اپنی قربانی کے جانوروں کو (کھلا پلا کر) خوب موٹا کرو کیونکہ وہ پل صراط پر تمہاری سواری بنیں گے۔" (مشکوٰۃ)

ایک حیوان جس کی جان انسان نے لے لی ہے مگر یہ جان اللہ تعالیٰ کا نام لے کر محض ان کی رضا کے لئے لی گئی ہے اس مرتبہ پر پہنچتا ہے کہ پل صراط پر بے تکلف چلے اور اپنے اوپر انسان کو سوار کر کے دوڑے تو جو مومن محض اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے اپنی جان دے اس کا مرتبہ کتنا بلند ہوگا اور وہ کس قدر ترقی کرے گا؟ قربانی اس کی تعلیم دیتی ہے اور نفسیاتی طور پر مومن کی موت کا رخ اور مقصد متعین کرتی ہے۔

"بیشک میری نماز، میری قربانی میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔" (سورۃ انعام)

چاروں باتوں کے بیان میں مخصوص ترتیب سے یہ نکتہ سمجھ میں آتا ہے کہ نماز کو زندگی کا مقصد اور رخ متعین کرنے میں زیادہ دخل ہے اور قربانی کو موت کا رخ اور مقصد مقرر کرنے میں، ۴ قربانیوں کے متعلق حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اللہ تعالیٰ کے پاس ان قربانیوں کا گوشت یا خون نہیں پہنچتا ہے بلکہ تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔" (سورۃ حج)

تقویٰ کے معنی ہیں کسی چیز سے بچنا اور محفوظ رہنا، یہ بہت وسیع لفظ ہے جس کے محامل بکثرت اور جس کے اقسام کثیر ہیں۔ مثلاً مال حرام سے "تقویٰ" ظلم و جور سے تقویٰ، جنسی گمراہیوں سے، کذب اور افتراء سے تقویٰ وغیرہ، سوال یہ ہے کہ تقویٰ اس سے پہلے موجود ہونا چاہئے یا اس سے حاصل ہوتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ اس عبادت کے ساتھ تقویٰ کے متعدد اقسام خاص مناسبت رکھتے ہیں جن میں سے بعض کا وجود پہلے سے ضروری ہے اور وہ قبول قربانی کے لئے شرط ہیں اور بعض خود قربانی کا اثر ہیں اور اس عمل خیر سے حاصل ہوتے ہیں جس طرح روزہ رکھنے سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے قربانی سے پہلے ریا و سمعہ (دکھاوے اور شہرت) سے تقویٰ لازم ہے یعنی دوسری عبادتوں کی طرح یہ عبادت بھی محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے کی جائے، دکھاوا، شہرت اور ناموری کی خواہش کا شائبہ بھی دل میں موجود نہ ہو بلکہ نیت خالص ہو۔

تقویٰ کی دوسری قسم جسے مقدم ہونا چاہئے وہ بخل و تنگ دلی سے تقویٰ ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ قربانی خوش دلی کے ساتھ کی جائے اور بقدر استطاعت اچھے سے اچھا جانور اس کے لئے منتخب کیا جائے جب نفس اور حیوانی قوتوں کے ساتھ ارتباط کی جو تعدیل قربانی سے ہوتی ہے یہ تقویٰ کی تیسری قسم ہے جو قربانی کے بعد اس کے نتیجہ کے طور پر حاصل ہوتی ہے اپنی بہیمی قوتوں کے ساتھ جو تعلق انسان کو ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ ان کی پرورش میں منہمک رہتا ہے اور ان کے

تقاضوں کو پورا کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے غافل ہو جاتا ہے حیوان کو ذبح اور اس کی بہیمی قوتوں کو زائل اور فنا کر کے جو خود اپنی حیوانی قوتوں کے مشابہ بلکہ مماثل ہوتی ہیں وہ اپنے حیوانی تقاضوں پر ایک کاری ضرب لگاتا ہے اور نفس یہ سبق حاصل کرتا ہے کہ بارگاہ الٰہی میں قرب حاصل کرنے کا طریقہ نفس کو پامال کرنا اور رضائے الٰہی کے لئے جان سپاری کرنا ہے۔

۴:...... زکوٰۃ اور صدقہ کی طرح قربانی میں ''انفاق مال'' بھی ہے، جس حیوان کو ذبح کیا جاتا ہے وہ قربانی کرنے والے کا مال ہوتا ہے' محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے مالی نقصان اٹھا کر وہ اسی طرح اجروثواب حاصل کرتا ہے جس طرح صدقہ دے کر لیکن اس میں ایک خصوصیت یہ ہے کہ جو زکوٰۃ میں نہیں پائی جاتی ہے یعنی زکوٰۃ ادا کرنے سے تو انسان کو یہ خوشی اور مسرت حاصل ہوتی ہے کہ میرا مال کسی دوسرے کے کام آ گیا مگر قربانی کر کے اس خوشی کا حاصل ہونا بھی لازم نہیں ہے اگر حیوان کو ذبح کر کے یوں ہی چھوڑ دیا جائے نہ خود کھائے نہ کسی کو کھلائے تو بھی واجب' ادا ہو جاتا ہے اور بندہ مستحق اجروثواب ہو جاتا ہے گویا اس میں کسی نفع عاجل کا ہونا لازم نہیں ہے اور بندہ اس مسرت کا بھی طلب گار نہیں ہوتا ہے جو طبعی طور پر کسی کو نفع پہنچا کر حاصل ہوتی ہے' اگرچہ اس کے حاصل ہونے سے اجروثواب میں کوئی کمی نہیں ہوتی لیکن اگر اس کی بھی طلب نہ ہو تو یہ اخلاص کی علامت اور اجروثواب میں اضافہ کا سبب ہے اس میں شبہ نہیں کہ زکوٰۃ قربانی سے افضل ہے اور اس کا اجروثواب زائد ہے اسے فضیلت کلی حاصل ہے مگر اپنی اس خصوصیت کی وجہ سے قربانی اس پر جزئی فضیلت رکھتی ہے۔

۵:...... کسی حیوان کو اللہ تعالیٰ کا نام لئے بغیر ذبح کیا جاتا ہے تو اس کا کھانا حرام ہے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا جائے مگر قربانی کی نیت نہ ہو تو حلال ہے مگر ثواب نہیں ہے۔

مگر جب اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے قربانی کے جانور کو ذبح کیا جائے تو اس پر اجروثواب بھی ملتا ہے اور حق تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب کا ذریعہ بھی بنتا ہے خواہ اس کا گوشت سب کا سب خود ہی کھا لیا جائے اگر کچھ صدقہ بھی کیا جائے تو اس کا ثواب مزید ہوگا۔ لیکن قربانی کے قبول ہونے کے لئے صدقہ شرط نہیں ہے اس سے صرف قربانی ہی کرنے والے نہیں بلکہ اسے دیکھنے اور اس کی خبر سننے والوں کا ذہن بھی ذرا سے غوروفکر کے بعد اس نکتہ تک پہنچ سکتا ہے کہ نفس کی جائز خواہشوں کو پورا کرنا علی الاطلاق ممنوع نہیں ہے نہ یہ دنیا ہے بلکہ اگر انہیں اس طرح پورا کیا جائے کہ دنیا کی نعمتوں میں تصرف کا اصل مقصد تو رضا اور قرب الٰہی کا حاصل کرنا ہو اور نفس کی تسکین اس مقصد کے تابع اور ضمنی طور پر ہو جائے تو بھی نفس پروری قرب الٰہی کا ذریعہ اور حجاب ہونے کے بجائے آئینہ معرفت بن جاتی ہے۔

۶:...... کیمیادان اطباء بعض زہریلی چیزوں کو بعض مخصوص طریقوں سے جلا کر کشتہ تیار کرتے ہیں جو مہلک ہونے کے بجائے مفید ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب کوئی حیوان محض اللہ تعالیٰ کے لئے ذبح کیا جاتا ہے تو اس کے گوشت میں تقویت روحانیت کی خاصیت پیدا ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ شریعت نے قربانی کا گوشت کھانے کو مستحب قرار دیا ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ بقر عید کے دن اپنی قربانی ہی کا گوشت کھائے اس سے پہلے کوئی چیز نہ کھائے۔

اس سے سبق یہ ملتا ہے کہ ہمارے قوائے حیوانیہ اگر انعام الٰہی کے تابع ہو جائیں تو ہماری ترقی روحانی کے لئے سنگ راہ بننے کے بجائے اس کے معاون و مددگار بن جائیں گے۔

یہ نکتہ صرف قربانی کرنے والوں کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ غیر مستطیع سمجھدار بھی اس کی نوعیت سے واقف ہو کر اس حکمت سے آگاہ ہو سکتے ہیں۔

۷:...... قربانی شرک سے حفاظت کا بہت بڑا ذریعہ ہے مشرک قوموں میں حیوان پرستی عرصہ دراز سے مروج ہے۔ اسلام نے مسلمانوں کو حیوانات کی قربانی کا حکم دیا جو ان کے عقیدہ توحید میں تازگی پیدا کرتی رہتی ہے اور اسے یاد دلاتی رہتی ہے کہ حیوانات اللہ تعالیٰ کی راہ میں ذبح کرنے اور ان کی بارگاہ میں قرب کا ذریعہ بنانے کے لئے ہیں نہ کہ عبادت کے لئے اور حیوان پرست مشرکین کو بھی اس طریقہ سے عملی تبلیغ ہوتی رہتی ہے کہ جانوروں کو معبود بنانا بالکل خلاف عقل و دانش ہے انہیں تو قربان کر کے معبود حقیقی کے قرب اور اس کی عبادت میں معاون و مددگار بنانا چاہئے گویا قربانی ایک طرف مشرکانہ فضا کے زہر سے محفوظ رکھتی ہے اور دوسری طرف وہ مشرکوں پر ایک عملی حجت شرعی ہے یہ محض خیالی نکتہ نہیں ہے بلکہ ایک حقیقت ہے جس کا مشاہدہ ہو سکتا ہے ذرا ان مسلمانوں کی طرف نظر کیجئے جو دین سے بے خبر ہیں اس کے ساتھ صدیوں سے مشرکانہ ماحول میں رہتے ہیں ہندو پاکستان کے دیہات میں ان کی تعداد بہت ہے یہ لوگ صدیوں سے جو اس مشرکانہ ماحول کا مقابلہ کر رہے ہیں اور حیوان پرستی میں مبتلا نہیں ہوئے اس کا سبب معلوم کرنے کی آپ کوشش کریں گے تو اسی نتیجہ پر پہنچیں گے کہ ملت اسلامیہ میں قربانی کا رواج ہی وہ بند ہے جس نے انہیں اب تک حیوان پرستی کے مہلک سیلاب سے بچایا ہے۔ وہ خود قربانی نہیں کر سکتے لیکن انہیں اس کا علم ہے کہ ان کی ملت میں قربانی ہوتی ہے اور اسلام اس کا حکم دیتا ہے' اس کا علم ہی انہیں حیوان پرستی کی ذلت سے بچا رہا ہے غور سے دیکھئے تو آپ کو نظر آئے گا کہ حیوان پرستوں کے ایک گروہ میں بھی اپنے معبود حیوانات کا جذبہ تقدس کم ہو گیا ہے اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ اہل ایمان کے عمل قربانی سے جو نور توحید پھیلتا ہے اس نے ان کی ظلمت شرک کو معدوم نہیں تو کم ضرور کر دیا ہے۔

☆☆......☆☆

سیّد مظہر علی

دل کا پردہ

ایک مغالطہ آمیز اصطلاح

بیٹیوں اور عام مسلمان عورتوں کو بڑی چادر سے اپنے جسم کو ڈھانپنے کا حکم دیا گیا ہے بے معنی ہو کر رہ جاتی

''متعدد بار یہ جملہ سنا اور کہا جاتا ہے کہ اصل پردہ تو دل کا ہوتا ہے۔''

دل کا پردہ کی اصطلاح بظاہر ''عین اسلامی'' معلوم ہوتی ہے اور ایک عام انسان اس اصطلاح کے پرکشش اور خوشنما الفاظ سے دھوکہ کھا سکتا ہے' لہٰذا اس کا جائزہ یا تنقیدی تجزیہ ضروری ہے۔

''دل کے پردے'' کے لوگ درحقیقت کہنا یہ چاہتے ہیں کہ اگر ایک عورت کا دل نیک ہے' اس کی نیت صاف ہے اور اس کی آنکھ میں حیا ہے تو برقع یا چادر کی کیا ضرورت ہے؟ بازاروں' منڈیوں اور اسمبلیوں میں سر سے آنچل کھسک گیا تو کون سی قیامت ٹوٹ پڑی؟ اگر ایک عورت کے دل میں پردہ نہیں اور اس کی آنکھ میں حیا نہیں تو اسے اگر کمبل بھی پہنا دیا جائے تو کچھ فرق نہیں پڑے گا۔ پردہ بے شک ایک عبادت ہے' لیکن اس عبادت کی اصل روح شرم و حیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کی نیت کو دیکھتا ہے۔

لوگ یہ بات اسلام کے حوالے سے کرتے ہیں' اس لئے جواب بھی ان کو اسلام ہی کی روشنی میں دیا جانا چاہئے۔ اگر ہم دل کے پردے ہی کو اصل اسلامی پردہ تصور کرلیں تو قرآن کریم کی وہ آیات کہ جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیویوں' ہیں۔ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں نیک دل نہ تھیں؟ کیا ان کی آنکھ میں حیا نہ تھی اور کیا ان کی نیت صاف نہ تھی کہ ان کو ستر پوشی کے احکام دیئے گئے؟ قرآن کریم کب یہ کہتا ہے قلب و نظر کے پردے والی مسلمان عورتیں چادریں یا برقعے اتار کر پھینک دیں؟ قرآن تو نکاح کی عمر سے گزر جانے والی عورتوں کو بھی یہی مشورہ دیتا ہے کہ وہ چادروں سے ستر پوشی کرتی رہیں تو بہتر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ستر پوشی اس کی پیدائش سے لے کر اس کفن دفن تک باقی رہتی ہے۔ اس کے علاوہ اگر دل کے پردے ہی کو کافی سمجھ لیا جائے تو قرآن کریم کی وہ فہرست کہاں جائے گی جس میں محرم و نامحرم کی تفصیل درج ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ عورت اپنی زینت کے ساتھ کن کن مردوں کے سامنے آسکتی ہے؟ قرآن اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے رکھنے اور اپنے اوپر اپنی چادروں کے گھونگھٹ ڈالنے کا واضح حکم دیتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب ایک ''دل کے پردے'' والی عورت برقع' چادر یا اوڑھنی لیتی ہی نہیں تو وہ قرآن کے ان احکامات پر عمل کیسے کرے گی؟

جب پردے کو ایک عبادت تسلیم کرلیا گیا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس ''عبادت'' کی ادائیگی کے طریقے یا آداب کیا ہیں؟ شریعت اس ضمن میں ہماری کیا مدد اور رہنمائی کرتی ہے؟ دوسری عبادت کی طرح ''پردے'' کی عبادت کی بھی کوئی مخصوص شکل ہے یا نہیں؟ اگر اس عبادت کی کوئی شکل ہے' اس کی ادائیگی کے کچھ نہ کچھ آداب متعین ہوں گے جو یقیناً ہیں تو کیا مسلم خواتین کو ان پر عمل پیرا نہیں ہونا چاہئے؟ کیا اس عبادت کا یہ صریح تقاضا نہیں ہے؟ بے شک پردے کی اصل روح شرم و حیا ہے اور روزہ کی اصل روح تقویٰ ہے' قربانی کا اصل مقصد جذبہ قربانی وخود سپردگی کی ہے اور حج کا حقیقی مدعا ذہنی انقلاب ہے' تو کیا ان عبادات کی تمام ظاہری شکلوں کو ختم کردیا جائے اور صرف ان کی اصل روح کو دوسرے طور پر اور طریقوں کے ذریعے اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کی جائے' کسی بھی زاویہ نگاہ سے یہ انداز فکر درست قرار نہیں دیا جاسکتا۔ دل کی نماز' دل کا روزہ' دل کا حج' یا دل کی زکوٰۃ' قربانی وغیرہ کو اگر صحیح اور حقیقی عبادت تسلیم کرلیا جائے تو نماز کے لئے وضو کرنے اور مسجد میں جانے کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ روزہ کے لئے سحری اور افطاری کی کیا ضرورت ہے؟ زکوٰۃ کے لئے پیسے خرچ کرنے اور قربانی کے لئے جانور ذبح کرنے کی کیا اہمیت ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی تمام عبادات بشمول پردہ اپنی اصلی روح کے ساتھ ساتھ اپنا ایک اصل قالب (سانچہ) بھی رکھتی ہیں۔ جب انسان کا جسم قالب ختم ہوجاتا ہے تو روح بھی اس جسم سے نکل جاتی ہے۔ پردے کی روح شرم وحیا سے اور وہ کپڑا جس سے چہرے اور جسم کا حسن چھپایا جاتا ہے' اس کا قالب ہے۔ قلب اور روح دونوں ہی ضروری ہیں۔ یہی فاضل کپڑا عورت کے دل کے پردے کو ظاہر کرتا ہے' اس کی آنکھ کی حیا کی علامت ہے اور اس کی نیت کی پاکیزگی کا مظہر ہے' جیسے وضو اور رکوع و سجدہ کے بغیر نماز' نماز نہیں' سحری وافطار کے بغیر روزہ'

روزہ نہیں اور خانہ کعبہ کی زیارت اور طواف کے بغیر حج، حج نہیں' ویسے ہی برقع' نقاب یا چادر کے بغیر پردہ' پردہ نہیں اور جو عورت اس اہتمام کے بغیر دل کے پردے کی آڑ میں باپردہ ہونے کی دعویدار ہے وہ بلاشک وشبہ منافق ہے' حقیقت میں اس کا دل پردے کے احساس سے خالی ہے' قلبی طور پر پردہ کرنا ہی نہیں چاہتی' دل کے پردے کی اصطلاح تو صرف اس بے پردہ ہونے کے لئے گھڑی ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ ہماری نیتوں کو دیکھتے ہیں' لیکن نیتوں کا عملی اظہار زبان اور اعضاء جوارح سے بھی ہونا چاہئے۔ جب مسلمان نماز کے لئے دل میں نیت کرتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اس کی نیت کو جان لیتے ہیں' مگر پھر بھی بہتر ہے کہ نماز کی نیت کا زبان سے اظہار کیا جائے' کوئی بھی عبادت' نیکی یا خوبی ہو نیت کے ساتھ ساتھ اس کا عملی مظاہرہ ضروری ہے۔ اگر ایک مسلمان عورت کی نیت واقعی پردہ کرنے کی ہے تو اسے شریعت اور روایات کے مطابق عملاً برقع یا نقاب دار چادر پہن کر اس نیت کا اظہار کرنا چاہئے۔

پھر یہ کیسی نیک نیتی کہ اعمال بدنیتی کا پتہ دے رہے ہیں' دل میں پردہ ہے اور سر سے پاؤں تک بے پردہ ہے' آنکھ میں حیا ہے اور سر سے پاؤں تک بے پردہ ہے' آنکھ میں حیا ہے اور بے حیائی کے کاموں میں رات دن مصروف ہے' ماڈل گرل سیلز گرل بن کر تاجروں کی تجارت کو فروغ دے رہی ہے۔ ایئر ہوسٹس بن کر مسافروں کی خدمت کر رہی ہے' ایکٹرس بن کر فلموں میں عشقیہ و فحش گانے گا رہی ہے' ناچ رہی ہے پھلانگ رہی ہے' بھاگ رہی ہے' غیر مردوں کے بازوؤں میں کھیل رہی ہے' ٹی وی فنکارہ بن کر کبھی اس مرد کی کبھی اس مرد کی معشوقہ' بیوی اور بہن بن رہی ہے اور بھائی کے ہاتھ پاؤں دبا رہی ہے' ڈریس شو میں جسم کے زاویے بنا بنا کر نسوانی حسن کا مظاہرہ کر رہی ہے اور ثقافتی طائفوں میں شریک ہو کر اپنے فن سے مردوں کے جنسی جذبات کو بھڑکا رہی ہے اور دعویٰ یہ ہے کہ اس کے دل میں پردہ ہے اور اس کی آنکھ میں حیا ہے۔ کیا یہی حیا کے حقیقی تقاضے ہیں؟ کیا نیک ہونے کا یہی مدعا و مقصد ہے' کیا باطن و ظاہر کا یہ تضاد یا قول و فعل کی یہ روش باعث بدنامی و ذلت نہیں؟

بالفرض اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ایک عورت

دل کا پردہ اسلامی پردہ کے خلاف ایک سازش ہے' شرعی حجاب سے فرار کا ایک نیا انداز ہے' ملی روایات سے بغاوت ہے' قومی اقدار سے انحراف ہے' ایک دھوکا ہے' فریب ہے' بدعت ہے' کھلی عیاری و مکاری ہے' دل کے کھوٹ کو چھپانے کا ایک ڈھنگ ہے۔ یہ دل کا پردہ نہیں' بلکہ دل پر جہالت کا پردہ ہے

برقع یا چادر کے بغیر بھی (شاید عمومی لباس سے بھی کم لباس کے ساتھ) باحیا ہو سکتی ہے اور بے پردگی سے اس کا مقصد نمائش حسن نہیں' تب بھی صنف مخالف کے دل میں عورت کے لئے جو فطری کشش ودیعت کر دی گئی ہے' اسے کیسے ختم کیا جا سکتا ہے؟ عورت کے چہرے اور جسم کے بے پردہ حسن سے معاشرے میں جو فتنے پیدا ہوتے ہیں ان سے کس طرح بچا جا سکے گا؟ اس کے برہنہ سر کے خوبصورت بال' بے پردہ جسم کے نشیب و فراز اور حسین و جمیل لباس نوجوان لڑکوں کو اپنی طرف کیوں مائل نہیں کریں گے؟ کیا عورت کے جسم کی یہ بے پردگی اور غیر مردوں کے ساتھ اس کا عام میل ملاپ معاشرے کی فضا کو پاکیزگی سے محروم نہ کر دیں گے۔ ستر پوشی نہ صرف عورت کی عزت و ناموس کی حفاظت کرتی ہے' بلکہ مردوں کے دلوں اور ان کی نگاہوں کو بھی جنسی آلودگی سے بچاتی ہے۔

الغرض دل کا پردہ' آنکھ کی حیا' انتہائی گمراہ کن اصطلاحیں ہیں۔ ان اصطلاحوں کو ان عورتوں نے ایجاد کیا ہے جنہوں نے برقع چادر نہ پہننے کی قسم کھا رکھی ہے اور انہیں پردے سے شدید چڑ ہے اور اپنے حسن کی نمائش مقصود ہے۔ یہ در حقیقت دل کے پردے کی آڑ میں ہر قسم کی بے پردگی اور حسن کی نمائش کا جواز پیدا کرنا چاہتی ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ دل کا پردہ اسلامی پردہ کے خلاف ایک سازش ہے' شرعی حجاب سے فرار کا ایک نیا انداز ہے' ملی روایات سے بغاوت ہے' قومی اقدار سے انحراف ہے' ایک دھوکا ہے' فریب ہے' بدعت ہے' کھلی عیاری و مکاری ہے' دل کے کھوٹ کو چھپانے کا ایک ڈھنگ ہے۔ یہ دل کا پردہ نہیں' بلکہ دل پر جہالت کا پردہ ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلم خواتین کی رہنمائی فرمائے اور انہیں شرعی حجاب اختیار کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

☆☆..........☆☆

ABDULLAH SATTAR DINA
& SONS JEWELLERS
عبداللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز
Gold, Silver, Sellers & Order Suppliers
Shop: 85, Kundan Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph: 2514972-2531133

غیرشائستہ تہذیب کی نقالی کیوں؟

عبدالوارث ساجد

ایک سیاح پہلی مرتبہ امریکہ کے فلمی اسٹوڈیو ہالی ووڈ پہنچا۔ وہاں کا ماحول دیکھ کر اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں' کیونکہ نہ صرف امریکہ میں اسے نت نئی چیزیں دیکھنے کا اتفاق ہوا بلکہ وہ وہاں فیشن دیکھ کر بھی چکرا گیا' کیونکہ مردوں نے وہاں اگر لپ اسٹک لگا رکھی تھی تو عورتیں بھی زیادہ تر بوائے کٹ بالوں میں تھیں...... ایک دن وہ بس اسٹاپ پر پہنچ کر بس کا انتظار کرنے لگا' اتنے میں ایک اور امریکن اس کے ساتھ آ کھڑا ہوا' سیاح نے ٹوٹی پھوٹی انگریزی کے ساتھ اس آدمی کو سامنے اشارہ کرتے ہوئے طنز سے کہا: تم لوگوں کے معاشرے میں عورتوں اور مردوں میں فرق کرنا مشکل ہے' اب وہ سامنے دیکھو پتا ہی نہیں چلتا کہ یہ لڑکا ہے یا لڑکی؟

یہ لڑکی ہے اور میری بیٹی ہے' امریکن نے غصے سے سیاح کو دیکھتے ہوئے کہا۔

اوہ معاف کیجئے گا! مجھے پتہ ہی نہ تھا کہ آپ اس کے ڈیڈی ہیں' سیاح نے شرمندہ ہو کر کہا:

خاموش رہو' امریکن نے غصے سے کہا' میں اس کا ڈیڈی نہیں ممی ہوں۔

ممی ڈیڈی میں فرق نہ کرنے والا معاشرہ آج پاکستان میں بھی تیزی سے پروان چڑھ رہا ہے۔ ہماری قوم بالخصوص نوجوان نسل' اپنی روایات...... تاریخ اور ثقافت سے بیگانہ نظر آتے ہیں۔ ہر کوئی انگریز کی تہذیب کو اپنانے پر مصر ہے...... نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کا لباس' گفتگو اور چال ڈھال بے حیائی کے سانچے میں ڈھل کر فحاشی کی حدوں کو چھو رہی ہے۔ انگریز کی تہذیب کے دلدادہ نوجوانوں کا کوئی رخ ایسا نہیں جو انہیں کسی صالح قوم کے باکردار افراد ثابت کر سکے۔ ان کی نگاہیں بے لگام' زبانیں جھوٹی' فکر آوارہ اور سوچ پراگندہ ہے۔ غرض ہمارا نوجوان طبقہ فکر و نظر کے اس تضاد کا شکار ہے جس کا مقصود آوارگی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا شیطان نے ان کے بدنما اعمال کو اس قدر خوشنما بنا کر ان کے روبرو رکھ دیا ہے کہ وہ کانٹوں کو پھول اور مجرمانہ لغزشوں کو حسن عمل قرار دے رہے ہیں۔

ہمارے معاشرے کے اس بگڑتے ہوئے ثقافتی انداز میں سب سے زیادہ نمایاں ہاتھ ہمارے ذرائع ابلاغ کا ہے' ہمارے وطن سے شائع ہونے والے اخبارات جرائم کی جزئیات نمایاں شائع کرتے ہیں' فلمی ستاروں کی نیم عریاں تصویریں بڑے اہتمام سے چھاپتے ہیں' ویڈیوز اس سے بھی دو ہاتھ آگے ہیں' وہ اپنا سارا زور ساز و آواز پر دے رہے ہیں...... آخر میں رہی سہی کسر ٹیلی ویژن بڑے "احسن انداز" سے پوری کر رہا ہے' ٹیلی ویژن نے تراش خراش اور ناز و نخرہ کا اس انداز سے پرچار کیا ہے کہ نوجوان نسل اپنے ملی اور ثقافتی ورثے کو بھول بیٹھی ہے اور ٹی وی پر پیش کئے جانے والے پروگرام' انداز ملبوسات' زیب و زینت کے نئے نئے زاویوں اور ساز و آواز کی سروں میں ڈوبتی چلی جا رہی ہے۔ بحالات موجودہ ٹیلی ویژن کا سب سے بڑا "احسان" یہی نظر آتا ہے کہ اس نے ہر شریف گھر کو سینما بنا دیا ہے' اس میں کوئی شک نہیں کہ نوجوان معاشرے کا ایک قابل قدر حصہ ہیں' یہی وہ طبقہ ہے جسے کسی ملک اور قوم کے مستقبل کو سنبھالنا ہوتا ہے۔ قوم کی نگاہیں نوجوانوں کی طرف مرکوز ہوتی ہیں' کیونکہ ملک و قوم کی ترقی اور تعمیر کا انحصار اسی طبقے پر ہوتا ہے' نوجوانی میں انسان کی دماغی صلاحیتیں اپنے عروج پر پہنچتی ہیں اور نوجوانی کی قوت ہی انسان کی صلاحیتوں کی نشو و نما میں ابتدا کا کام کرتی ہے' قوت اور جوش میں آ کر اپنے سر دھڑ کی بازی لگانا...... تپتی ہوئی ریت پر لیٹ کر صدائے احد بلند کرنا' دہکتے ہوئے انگاروں کو اپنی پیٹھ کی چربی سے بجھانا اور اپنے ایمان پر جمے رہنا جوانوں کا ہی کارنامہ ہے۔ جوانیاں بسا اوقات اپنے جذبوں کی بلندی سے' اپنے مقاصد کی رفعت سے سیرت و کردار کے لئے ایسے درخشاں باب روشن کر جاتی ہیں جو ہمیشہ دوسرے انسانوں کے لئے رہنمائی کا باعث بنتے ہیں...... مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے معاشرے کے نوجوانوں کو اس بات سے کوئی غرض ہی نہیں بلکہ وہ غیر شائستہ قوموں کی تہذیب کی نقالی کو ہی زندگی کا مقصد تصور کئے ہوئے ہیں۔ رقص و سرود کی محفلوں اور عریاں مناظر سے مدہوش ہو کر اپنی رگوں میں بے حیائی اور خباثت کے زہر کو اتار رہے ہیں' اپنی قومی ثقافت اور اسلامی طرز زندگی کو چھوڑ کر مغرب کی فحاشی کو فیشن اور جدیدیت کا نام دے کر اپنے جسموں پر مسلط کر رہے ہیں اور اگر نوجوان نسل کے شب و روز ایسے ہی رہے تو ہمارا حال جلد ہی ہمارے مستقبل کی نشاندہی کر دے گا' جہاں حد نظر تک سراب ہی سراب ہوں گے۔ اگر ہم رقص و سرود اور ساز و آواز کے اس قدر "رسیا" رہے اور مغرب کی تہذیب اپنانے پر ہی تلے رہے تو ڈر ہے کہ مغرب سے کوئی ایسا طوفان نہ آ جائے جو ہمیں خشک پتوں کی طرح بہا لے جائے:

میری مٹی نے دیا ہے مجھ کو میرا رنگ و روپ
ڈھالتی جاتی ہے دنیا اپنی صورت پر مجھے

☆☆......☆☆

خبروں پر ایک نظر

عالمی استعمار مسلم امہ کا جسدِ واحد کا تصور ختم کرنا چاہتا ہے: قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن

اسلام بنی نوع انسان کو متحد دیکھنا چاہتا ہے: سیّد عبدالمجید شاہ ندیم

چناب نگر (رپورٹ: محمد اکبر ثاقب) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ۲۶ ویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں اتحاد و یگانگت پر زور دیتے ہوئے خطیب العصر مولانا سیّد عبدالمجید شاہ ندیم نے فرمایا کہ اسلام صرف مسلمانوں کا اتحاد نہیں چاہتا، اسلام بنی نوع انسان کو متحد دیکھنا چاہتا ہے، اسی لئے قرآن کریم نے ''یا بنی آدم'' سے خطاب کیا۔ قرآن کریم تمام انسانوں کو دعوت دیتا ہے کہ پریشانیوں سے بچنے کے لئے اللہ کے قریب آ جاؤ، اس کے سوا کہیں جائے پناہ نہیں ہے۔ اسلام کا ظرف ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے اہل کتاب کو دعوتِ اتحاد دی کہ اے اہل کتاب! آؤ ایک قدر مشترک پر یکجا ہو جائیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، توحید صرف قیام رکوع اور سجود کا نام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کو مان لینے کا نام توحید ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احسان کے متعلق سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ تم خدا کی عبادت اس طرح کرو کہ تم اسے دیکھ رہے ہو، اگر یہ کیفیت نہ ہو تو پھر یہ ضرور ہونا چاہئے کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے، پہلی کیفیت تو انبیاء و رسل کی عبادت کی ہوتی ہے، ہمیں اگر دوسری کیفیت نصیب ہو جائے تو خوش نصیبی ہے ورنہ ہمارا حال تو یہ ہے کہ کوئی دیکھ رہا ہو تو قیام، رکوع طویل ہوتا ہے، ورنہ تو آپ کو پتہ ہے۔ توحید کے فیض سے اتحاد ہوگا، یگانگت ہوگی، شرک آ گیا تو معاشرہ ٹوٹ پھوٹ جائے گا۔ ابوجہل نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے پوچھا ''تم جس خدا کی عبادت کرتے ہو کیا اس کو دیکھا بھی ہے؟'' فرمایا ''دیکھا تو نہیں لیکن اس ذات کے بارے میں ہمیں جس نے بتایا ہے، اس کا قول سچ ہے، ہمارے مشاہدہ میں غلطی ہو سکتی ہے، اس کے فرمان میں غلطی کا امکان نہیں ہے'' میں اور آپ اس بات سے رنجیدہ ہیں کہ امریکا مسلمانوں کو ختم کرنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن میں اور آپ اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں کہ ہم وہ ہیں جیسا قرآن کریم ہمیں دیکھنا چاہتا ہے؟ منافق اور حاسد کبھی دلیل سے مطمئن نہیں ہوتے، کافر اور مشرک دلیل سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔

آخری نشست جمعہ کے بعد منعقد ہوئی، جس کی صدارت حضرت امیر مرکزیہ دامت برکاتہم نے فرمائی، مہمان خصوصی شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ تھے۔ تلاوت قاری احسان اللہ فاروقی اور نعت سیّد امین گیلانی نے اور حافظ عمار نے پیش کی۔ آخری خطاب قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن نے فرماتے ہوئے کہا کہ اس وقت عالمی استعمار کا ایجنڈا دو باتیں ہیں، پہلی بات یہ کہ امت مسلمہ کے اندر جو جسد واحد کا تصور ہے، اس تصور کو ختم کر دیا جائے اور دوسرا مقصد عقیدۂ جہاد کو ختم کر دیا جائے، یہ وہی ایجنڈا ہے جب انگریز اس سرزمین پر قابض تھا اور جو ہمیں غلام رکھنا چاہتا تھا تو اس نے اسلام کے خلاف ایک الگ فرقہ ایجاد کیا، جس نے مسلمانوں کو جہاد سے انکار کرنے کی ترغیب دی، میں سلام پیش کرتا ہوں ان اکابر کو جنہوں نے اس فتنہ کا ادراک بھی کیا اور اس کا سدباب بھی کیا اور مسلمانوں سے اس فرقہ کو الگ کر دیا اب لگتا یوں ہے کہ عالمی استعمار نے اس ایجنڈے کو ترک نہیں کیا، دنیا کو ایسے حادثات سے دوچار کیا کہ جہاد کو دہشت گردی قرار دے دیا اور اس کے خاتمے کے لئے مہم جوئی شروع کی۔ اس سے وہ دنیا کے وسائل پر قابض ہونا چاہتا ہے لیکن اسے یہ بھی معلوم ہے کہ مسلمان غلامی قبول نہیں کرتا وہ کسی کی بالادستی قبول نہیں کرتا، اس طرح انہوں نے مسلمانوں کو تقسیم کیا، مسلکی تعصبات کو انگریز نے ہوا دی، دنیا بھر میں مسلکی تعصبات ہیں لیکن وہاں خون ریزی نہیں ہے، بعض مسلمانوں کو انتہا پسند، بعض کو دہشت گرد، بعض کو روایت پسند، اور بعض کو اعتدال پسند اور بعض کو روشن خیال کہا جاتا

کانفرنس کے موقع پر روحانی مجلس کا انعقاد

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ۲۶ ویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس، جامع مسجد ختم نبوت مدرسہ تعلیم القرآن چناب نگر میں منعقد ہوئی، جس میں ملک بھر سے عوام نے شرکت کی، علماء و مشائخ اور دانشور حضرات کے ایمان پرور خطابات ہوئے۔ اس اجتماع میں روح کی تازگی کے لئے بھی ایک ایسی ایمانی اور روحانی مجلس کا انعقاد ہوا جس سے دلوں کی کسالت اور زنگ دور ہوتا ہے، یعنی مجلس ذکر کا اہتمام کیا گیا بعد نماز مغرب منعقد ہونے والی مجلس ذکر سے مولانا قاضی ارشد الحسینی مدظلہ نے خطاب کرتے ہوئے اللہ کے بندوں کو اپنے خالق سے لو لگانے کی تلقین کی اور کہا کہ یادِ الٰہی میں چند لمحات بسر کرنا اس عظیم مشن میں نورانیت پیدا کرتا ہے اور انہوں نے اس موقع پر خطاب بھی کیا۔

ہے، انتہا پسندوں کو ختم کرنے کا تہیہ کرلیا، اعتدال پسندوں کے بارے میں کہا ان پر نظر رکھو، روایت پسندوں سے گزارا کرو روشن خیال اپنا بندہ ہے۔ امریکا ہماری ملی وحدت کو پارہ پارہ کرنا چاہتا ہے، امریکا نے ہمیں کہا کہ ہم افغانستان میں امن کے لئے آئے ہیں، تعمیر وترقی کے لئے آئے ہیں، قیام امن کے لئے آئے ہیں ہم نے کہا روس نے بھی یہی کہا تھا، اس کی ان باتوں کو کسی نے نہیں مانا، اب امریکا کی اس بات کو کیسے مانا جاسکتا ہے، دنیا دو صفوں میں تقسیم ہوچکی ہے، ایک طرف امریکا اور اس کے اتحادی ہیں دوسری طرف امت مسلمہ ہے اور ہم امت مسلمہ کے ساتھ ہیں، پاکستانی سرزمین کو اللہ تعالیٰ نے یہ شرف بخشا ہے کہ یہاں سے اسلام کی وکالت ہوتی ہے، یورپی دنیا اسلام کو ختم کرنا چاہتی ہے۔ ہمارا منشور زندہ ہے، جدوجہد کو ترک نہیں کرنا چاہئے، ہم تدبیر کے مکلف ہیں تقدیر کے نہیں، ہم لوگ اپنی طاقت کا پیمانہ دیکھ کر مقابلہ کریں۔ طاقت سے اوپر مت جائیں اللہ نے حصول طاقت کی ترغیب بھی دی ہے اور استعمال طاقت کا حکم بھی دیا ہے، فرمایا کہ اپنی طاقت کے مطابق قوت حاصل کرو، جس قوت کا حصول تمہارے لئے ممکن ہو اسے حاصل کرو بصیرت حاصل کرو، اپنے آپ کو پرعزم رکھیں اور جماعتی نظم پیدا کریں، ہمیں جسد واحد کی مانند رہنا چاہئے اور اس میں توازن ہونا چاہئے۔ ہم نے سرحد میں حسبہ بل کے ذریعہ قرآن وسنت کو سپریم لاء قرار دیا پرویز مشرف نے خود اس بل کے خلاف رٹ دائر کی اور اس کی اہم شقوں کو کالعدم قرار دے دیا، ہم نے دوسری مرتبہ بل پاس کرایا، اس کو نافذ نہیں ہونے دیا گیا۔ مذہبی لوگ آئین کے مطابق بات کرتے ہیں، اسلام پاکستان کا مملکتی نظام ہے اور اس کی بات علماء کرام کرتے ہیں۔ رب العالمین ہماری کاوشوں کو قبول فرمائے اللہ تعالیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی کاوشوں کو قبول فرمائے۔

حکومت قادیانیوں کو آئین کا پابند بنائے، مسلمانوں کو ہراساں کرنے کی ضرورت نہیں

فیصل آباد (پ ر) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سیکریٹری اطلاعات نے وزیر اعلیٰ، ہوم سیکریٹری، آئی جی پنجاب اور ایڈیشنل آئی جی اسپیشل برانچ سے مطالبہ کیا ہے کہ غیر مسلم قادیانی جماعت چناب نگر کے رسالہ ماہنامہ ''انصار اللہ'' میں شائع شدہ مضمون ''تفسیر الکوثر'' میں قابل اعتراض مواد شائع کرنے، منافرت پھیلانے پر رسالہ کے ایڈیٹر قادیانی عبدالمنان اور قادیانی جماعت کے مقامی صدر چناب نگر مرزا خورشید احمد قادیانی غیر مسلم کے خلاف پرچہ درج کرنے کی بجائے یہ کیس لاہور سے جھنگ ڈی پی او کوارسال کرنے کی بجائے فیصل آباد بھیجے اور مولوی فقیر محمد کے خلاف پرچہ درج کرنے کے احکام کی اعلیٰ سطح پر تحقیقات کی جائے اور قادیانی ملزمان کے خلاف کارروائی نہ کرنے اور مولوی فقیر محمد کو پریشان کرنے پر متعلقہ افسر کو معطل کیا جائے کیونکہ گزشتہ دنوں تھانہ ریل بازار کے ایس ایچ او نے مولوی فقیر محمد کو بلوایا اور کہا کہ آپ کے خلاف پرچہ درج کرنے کا حکم آیا ہے کاغذات دیکھنے پر پتہ چلا یہ کیس چناب نگر قادیانی جماعت کے ماہنامہ رسالہ ''انصار اللہ'' اور ایڈیٹر عبدالمنان قادیانی کے نام ہے جس پر سیکورٹی برانچ کے انچارج کے پاس لے جایا گیا وہاں وضاحت کرنے پر کہ یہ کیس جھنگ ڈسٹرکٹ کا ہے اور قادیانیوں کو غیر قانونی تحفظ دیا جارہا ہے جس پر پرچہ درج کردیا گیا۔

قادیانیت اسلام کے متوازی ایک تحریک ہے، جس کا مذہبی دنیا سے کوئی تعلق نہیں: محراب خان گرگیز

بدین (پ ر) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ کی کوششوں سے گزشتہ دنوں ۱۳۰ سالہ قادیانی کا ۲۲ افراد سمیت قبول اسلام، اہل اسلام اور دین اسلام کی بہت بڑی فتح ہے۔ قادیانیت کا شیرازہ بکھر چکا ہے، ان کے اپنے گھر میں انتشار کی فضا پیدا ہوچکی ہے، رائل فیملی پر اعتماد ختم ہوگیا ہے، عنقریب قادیانیت کا فتنہ تلاش کرنے سے بھی نہیں ملے گا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت جماعت نہایت نظم و ضبط کے ساتھ اپنے مشن کی تکمیل کی طرف رواں دواں ہے اور یہ مشن پوری دنیا میں پھیل کر رہے گا۔

ان خیالات کا اظہار گزشتہ دنوں قادیانیت سے تائب ہونے والے ۱۳۰ سالہ محراب خان گرگیز نے کیا، جنہوں نے قادیانیت مرزا غلام احمد قادیانی کے ہاتھ پر قبول کی، گویا کہ بقول قادیانیوں کے یہ مرزا غلام احمد قادیانی کا نام نہاد صحابی تھا۔

محراب خان نے کہا کہ اسلام قبول کرنے سے پہلے برطانیہ اور دور دراز سے قادیانی میری زیارت کرنے آتے اور میرے ہاتھ اور آنکھیں چومتے کہ اس نے مرزا کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس کو دیکھا ہے، مگر محراب خان کا کہنا ہے کہ مرزا غلام قادیانی کو آگ میں جلتا ہوا دیکھ کر میں نے سوچا کہ اگر مرزا غلام احمد قادیانی اللہ کا سچا نبی ہوتا تو یہ کیفیت نہ ہوتی، اس کا آگ میں جلنا بتاتا ہے کہ یہ جھوٹا شخص ہے، میں نے اپنے خاندان کے دیگر ۱۲۲ افراد سمیت اسلام قبول کیا ہے۔

☆☆..........☆☆

محمد ذکی کیفی مرحوم

مدینے کو جائیں

شب و روز اب تو یہی ہیں دعائیں
خدا دن وہ لائے مدینہ کو جائیں

نظر آئیں جس دم حرم کی فضائیں
بہر گام اپنی نگاہیں بچھائیں

عرب کے بیاباں کا ہر ذرہ چومیں
غبارِ حرم کو گلے سے لگائیں

وہ دنیا کی جنت، وہ جنت کی دنیا
معنبر ہوائیں، معطر فضائیں

جہاں پر ہیں انساں جیسے فرشتے
مہکتی ہیں ہر سو عبائیں قبائیں

کبھی مسجدِ فتح و نصرت کو دیکھیں
کبھی جا کے لے لیں احد کی بلائیں

کبھی دور سے سبز گنبد کو دیکھیں
کبھی پاس آ کر نگاہیں جھکائیں

کریں جالیوں پر ان آنکھوں کو صدقے
مواجہ میں اشکوں کے موتی لٹائیں

اِدھر سے اُمڈتے ہوں اشکِ ندامت
اُدھر رحمتوں کی برستی گھٹائیں

تصور جب اپنی خطاؤں کا آئے
بھلا دیں سب ان کی مسلسل عطائیں

فضاؤں میں نغمہ ہو صلِ علیٰ کا
سلامٌ علیکم کی لب پر صدائیں

دعا ہے یہ کیفی کہ اس سال ہم بھی
مدینہ کے دیوار و در دیکھ آئیں

عقیدۂ ختم نبوت کی سربلندی، تحفظِ ناموسِ رسالت اور فتنۂ قادیانیت کے استیصال کے لئے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ

تعاون کی اپیل

قربانی کی کھالیں

عالمی مجلس ختم نبوت کا تعارف:

- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملت اسلامیہ کی بین الاقوامی تبلیغی و اصلاحی جماعت ہے۔
- یہ جماعت ہر قسم کے سیاسی مناقشات سے علیحدہ ہے۔
- تبلیغ اقامت دین خصوصاً عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ اس کا طرۂ امتیاز ہے۔
- اندرون و بیرون ملک ۵۰ دفاتر و مراکز ۱۲ دینی مدارس ہمہ وقت مصروف عمل ہیں۔
- لاکھوں روپے کا لٹریچر عربی، اردو، انگریزی اور دنیا کی دیگر زبانوں میں چھاپ کر پوری دنیا میں مفت تقسیم کئے جاتے ہیں۔
- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کراچی اور ماہانہ ''لولاک'' ملتان سے شائع ہو رہے ہیں۔
- چناب نگر (ربوہ) میں مجلس کی سرگرمیاں جاری ہیں اور وہاں دو عالیشان مسجدیں اور دو مدرسے چل رہے ہیں۔
- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان میں دار المبلغین قائم ہے' جہاں علماء کو ردِ قادیانیت کا کورس کرایا جاتا ہے' مدرسہ اور دار التصنیف بھی مصروف عمل ہیں۔
- ملک بھر میں اہل اسلام اور قادیانیوں کے درمیان بہت سے مقدمات قائم ہیں۔
- ہر سال دنیا بھر میں عالمی مجلس کے مبلغین تبلیغ اسلام اور تردید قادیانیت کے سلسلے میں دورے پر رہتے ہیں۔
- اس سال بھی حسب سابق برطانیہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی اور امریکہ میں بھی متعدد کانفرنسیں منعقد کی گئیں۔
- افریقہ کے ایک ملک مالی میں مجلس کے رہنماؤں کی کوششوں سے ۳۰ ہزار قادیانیوں نے اسلام قبول کیا۔
- یہ سب اللہ تبارک و تعالیٰ کی نصرت اور آپ کے تعاون سے ہو رہا ہے۔

اس کام میں مخیر دوستوں اور دردمندانِ ختم نبوت سے درخواست ہے کہ وہ قربانی کی کھالیں' زکوٰۃ' صدقات اور عطیات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو دے کر اس کے بیت المال کو مضبوط کریں۔

نوٹ: رقوم دیتے وقت مد کی صراحت ضروری ہے تاکہ اسے صحیح طریقے سے مصرف میں لایا جا سکے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو دیجئے

ترسیل زر کا پتہ

مرکزی دفتر عالمی مجلسِ تحفظ ختم نبوت' حضوری باغ روڈ ملتان
فون: 061-4583846-061-4514122 فیکس: 0092-61-4542277
اکاؤنٹ نمبر UBL-3464 حرم گیٹ برانچ ملتان

جامع مسجد باب الرحمت' پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ' کراچی
فون: 021-2780337 فیکس: 021-2780340
اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ

اپیل کنندگان

شیخ المشائخ مولانا خواجہ **خان محمد** صاحب
امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضرت مولانا **سید نفیس الحسینی** صاحب
نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضرت مولانا **عزیز الرحمن** جالندھری صاحب
مرکزی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت